انبیاء علیہم السلام کا طریقۂ دعا

میاں محمد جمیل، ایم-اے

ابوھریرۃ اکیڈمی
کریم بلاک ۔ اقبال ٹاؤن ۔ لاہور 5417233

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انبیاء کا طریقۂ دعا

میاں محمد جمیل ایم۔اے
فاضل اردو، علوم اسلامیہ

ابو ہریرہؓ اکیڈمی
37- کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

انبیاء کا طریقۂ دعا

میاں محمد جمیل

پہلا ایڈیشن ---------------- مئی 2001ء

چوتھا ایڈیشن ---------------- مارچ 2004ء

قیمت ---------------------- =/45

ناشر

ابو ہریرہؓ اکیڈمی

37 کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور 5417233

التفاتِ نظر

اکیڈمی کی کتب فرقہ واریت سے مبرّا' روحِ اسلام کی ترجمان' زبان تعلیم یافتہ حضرات کے مزاج کے مطابق' انداز نہایت شستہ اور دل پذیر ہونے کی وجہ سے قبولیت عامہ کا شرف پا رہی ہیں۔ نہایت مختصر مدّت میں کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ خود پڑھیں اور لوگوں کو پڑھائیں تا کہ تعلیمِ نبوّت عام ہو جائے۔

ترتیب بیاں

حرفِ دعا

کائنات میں انسان بہت سے امتیاز واختیارات رکھنے کے باوجود اپنے خالق و مالک کے سامنے بے بس اور مجبور ہے۔ ہر لحظہ اور ہر آن اس کی بارگاہ کا محتاج ہونے کی وجہ سے ضروری تھا کہ اسے مانگنے کا طریقہ بتلایا جاتا۔ چنانچہ جب آدمؑ سے خطا سرزد ہوئی تو انہیں فوری طور پر آگاہ کیا گیا کہ ادھر ادھر بھاگنے کی بجائے اپنے رب کے حضور اس طرح فریاد کیجئے۔

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ○ (البقرہ ۳۷، پ ۱)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم فرمانے والا۔ (ضیاء القرآن)

جو کوئی اس طریقے سے دعا کرے گا وہ اپنی مراد پانے کے ساتھ ہدایت ورہنمائی سے سرفراز کیا جائے گا۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے۔ کسی کی حرمت اور واسطے سے مانگنا اس کی شان میں گستاخی اور صراط مستقیم سے ہٹنے کے مترادف ہوگا۔ یہ فرقہ واریت اور گروہ بندی یا آباؤ اجداد کے طریقے کی بات نہیں یہ تو خالق ومخلوق کے درمیان رابطے اور واسطے کا معاملہ ہے۔ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کوئی واسطہ ہے اور نہ ہونا چاہیے۔ اسے علامہ اقبال نے اس طرح بیان کیا ہے۔

کیوں خالق ومخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

دعا کا معنٰی و مفہوم

دعا عبادات کا خلاصہ۔انسانی حاجات اور جذبات کا مرقع۔بندے اور اس کے رب کے درمیان لطیف مگر مضبوط واسطہ۔اللہ تعالیٰ کے مزید انعامات کا حصول اور نقصانات سے بچنے کا ذریعہ۔اس سے ضمیر کا بوجھ ہلکا اور پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے اس لئے دعا مکمل یکسوئی، خلوص نیت اور انتہائی توجہ سے اصرار اور تکرار کے ساتھ کرنی چاہیے۔ارض وسما کے مالک کی خوشی اور اس کا ارشاد یہ ہے کہ اس سے براہ راست مانگا جائے۔اللہ تعالیٰ سے نہ مانگنا تکبر ہے اور فوت شدگان کے واسطے، حرمت، برکت، طفیل اور وسیلے سے دعا کرنا شرک ہے۔نبی اکرم ﷺ اور قرآن مجید نے دعا اور عبادت کو ایک ہی مفہوم میں بیان فرمایا۔آپ ؐ نے دعا کے مقصد و مفہوم کو نہایت ہی مختصر مگر جامع کلمات میں بیان فرمایا ہے۔ایک موقع پر یہ ارشاد تھا جبکہ دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (مشکوۃ، کتاب الدعوات)

دعا عبادت کا مغز اور اصل ہے۔

اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ (مستدرک حاکم)

دعا مومن کا اسلحہ ہے۔

عبادت انسانیت کا شرف اور اس کے وجود کا مقصد ہے۔عبادت کا مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا جب تک اس میں عجز وانکساری، پستی و سرافگندگی کا اظہار نہ پایا جائے۔پھر عبادت میں انتہا درجے کی یکسوئی اور اتھاہ درجے کا انہماک ضروری ہے۔اس کیفیت کو آپ نے احسان سے تعبیر فرمایا۔احسان کی تشریح یوں فرمائی کہ آدمی اپنے رب کی اس

طرح عبادت کرے جیسے وہ براہ راست زیارت اور اس سے ہمکلامی کا شرف پا رہا ہے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاکَ (بخاری، باب الایمان)

تجھے اللہ کی عبادت اس طرح کرنی چاہئے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ تجھ میں دیکھنے کی ہمت نہیں تو وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔

عبادت میں شرط اول یہ ہے کہ خالص اللہ کے لئے کی جائے۔ یہی اوصاف دعا میں ہونے ضروری ہیں۔ خاص طور پر نیت اور جذبات بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں کہ بندہ دعا کرتے ہوئے اس کے حضور یہ عرض کرے کہ اے اللہ میں تیرے ہی در کا سوالی اور تیری ہی بارگاہ کا فقیر ہوں جس طرح عبادت تیرے بغیر کسی کی جائز نہیں اسی طرح ہی تیرے بغیر میں کسی سے مانگنا جائز نہیں سمجھتا۔

اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَاِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ ○

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طلبگار ہیں۔

یہی دعا کا تقاضا اور انداز ہونا چاہئے۔ ایسی ہی دعا عرش معلّٰی تک رسائی اور قبولیت کا شرف پاتی ہے۔ دعا میں انتہا درجے کی عاجزی اور بے پناہ قسم کی بے چارگی ہونی چاہئے مانگنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کا احساس اور مہربانیوں کا پوری طرح ادراک ہونا چاہئے۔ جب تک وہ اس فہم و شعور اور یقین و اعتماد کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دامن نہیں پھیلائے گا تو اس کی دعا قبول بازیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے دعا کے اس ظاہری اور معنوی امتزاج کو آپؐ نے کتنے خوبصورت اور دلنواز انداز میں بیان فرمایا ہے

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (مشکوٰۃ۔ کتاب الدعوات)

"دعا عبادت کا خلاصہ ہے۔

دوسرے مقام پر آپؐ نے دعا کو مومن کا اسلحہ قرار دیا تھا۔ اسلحہ رکھنے کا مقصد اپنا دفاع اور دشمن پر غلبہ پانا ہوا کرتا ہے۔ انسان کی زندگی بھر کی محنت و کاوش کو نتائج کے ترازو میں دو حصوں میں تولا جا سکتا ہے۔ کوشش کا ایک حصہ دنیا اور آخرت کے فائدے یعنی نعمتوں اور سہولتوں کا حصول ہے جب کہ کوشش کے دوسرے حصے کا مقصد دنیا اور آخرت میں نقصانات سے بچنا ہے۔ یہ فکر انسان کی سوچ و عمل پر اس طرح حاوی ہے کہ خورد و نوش میں بھی یہی اصول اور سوچ کارفرما ہے۔ بندہ کوئی چیز حلق میں اتارتا ہے تو اس لئے کہ اس میں لذت اور اسے توانائی حاصل ہوگی۔ اگر وہ دوسری چیز کو کھانے سے پرہیز کرتا ہے تو اس بنا پر کہ یہ اس کی صحت کے لئے غیر مفید یا ضرر رساں اور اس میں لذت و کیف نہیں ہے۔ دعا کو مومن کا اسلحہ قرار دیتے ہوئے اسی مفہوم کو ذہن میں اتارا جا رہا ہے دعا میں اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں سے بچنے کے وعدے کے ساتھ سابقہ گناہوں کی معافی طلب کرنا۔ دونوں جہانوں کے نقصانات اور اپنے ازلی دشمن شیطان سے اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان طلب کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم مانگنا ہے۔ اسی لئے آپؐ نے دعا کو مومن کا اسلحہ قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف کے طور پر فرمایا کہ وہ اپنی دعاؤں میں یہ انداز اختیار کرتے ہیں۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (الاعراف ۵۵۔ پ ۸)

اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آہستہ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (سجدہ ۱۶۔ پ ۲۱)

ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ رب کے خوف اور اپنی ضروریات کے لئے پکارتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا٥ (الفرقان ٦٥. پ ١٩)

جو دعائیں کرتے ہیں۔ کہ اے ہمارے رب جہنم کے عذاب سے ہم کو بچا لے اس کا عذاب تو جان چھوڑنے والا نہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ٥ (البقرہ ٢٠١. پ ٢)

اور ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اپنے رب سے اس طرح مانگتے ہیں۔ ہمارے رب دنیا اور آخرت میں ہمیں ہر اچھائی عطا فرماتے ہوئے آگ کے عذاب سے محفوظ فرمانا۔

قرآن مجید نے دعا کو درج ذیل معانی میں اختیار کیا ہے۔

دعا بمعنیٰ عبادت

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ٥ (مومن ٦٠. پ ٢٤)

تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے بے پرواہی کرتے ہیں ضرور وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

دعا کا معنیٰ مدد طلب کرنا

وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ (البقرة ٢٣. پ ١)

اللہ کے بغیر اپنے مددگاروں سے مدد مانگو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

دعا اور پکار

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ○ (يونس ١٠٦. پ ١١)

اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا۔

دعا کرنا فرض ہے

انسان صلاحیتوں اور تخلیق و بناوٹ کے اعتبار سے اللہ تعالی کی قدرتوں کا عجب مرقع ہے۔ خلافت کے منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے جس طرف رخ کرتا ہے ہر چیز اس کے تابع ہوا چاہتی ہے اس اختیار اور اقتدار کی وجہ سے اس نے دریاؤں کے رخ موڑے، پہاڑوں کے سینے چیر دیئے، ہواؤں کو اپنے تابع بنایا، زمین کی تہوں میں اتر کر معدنیات کی صورت میں اس کے خزانوں پر ہاتھ ڈالا، آسمان کی طرف رخ کرتے ہوئے چاند تک رسائی حاصل کی نامعلوم مستقبل میں اس کی کوشش کیا کرشمہ سازیاں اور کتنے حیرت انگیز معرکے سر کرنے والی ہے؟ یہ ہمتیں اور طاقتیں ہونے کے باوجود بھی انسان ایک دائرے سے آگے نہیں بڑھ سکتا کیونکہ یہ سب کچھ مالک حقیقی کی عطاؤں کا نتیجہ ہے۔ وہ مالک جب چاہے انسان کی قوت و طاقت کو سلب کر لیتا ہے یہ

اس کی قوت وسطوت کے مقابلے میں ایک ذرہ سے بھی زیادہ ناچیز اور بے حقیقت ہے یہ تو ناخن کی درد بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ سب کچھ ہونے کے باوجود انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف اسکی نعمتوں سے استفادہ نہیں کر سکتا صرف بیماریوں کے حوالے سے غور فرمائیں شوگر نے اس سے مٹھاس چھین لی ہے، بلڈ پریشر ہونے کی وجہ سے نمکیات سے کنارہ کش ہوا، دل کے عارضہ نے مرغن اشیاء سے پرہیز پر مجبور کر دیا یہی معاملہ رشد ورہنمائی کا ہے۔1

جب اللہ تعالی اپنی ہدایت ورہنمائی کا ہاتھ پیچھے ہٹالیتا ہے تو اچھے بھلے پڑھے لکھےاور سمجھ دار انسان سے ایسی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں کہ وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ اس لئے اس نے مانگنے کا حکم دیا ہے اور ہردم اس سے مانگتے رہنا چاہئے۔

يَـآ اَيُّهَـا الـنَّـاسُ اَنْتُمُ الْـفُـقَـرَآءُ إِلَـى الـلّٰـهِ وَالـلّٰـهُ هُـوَ الْـغَـنِـيُّ الْحَمِيْدُO(فاطر ۱۵ . پ ۲۲)

اے دنیا جہان کے لوگو! تم ہردم اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ غنی اور ہردم تعریف کے لائق ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا عِبَادِیْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَاسْئَلُوْنِیْ الْهُدٰى اَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فُقَرَآءُ إِلَّا مَنْ اَغْنَيْتُ فَاسْئَلُوْنِیْ اَرْزُقُكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّیْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرُوْنِیْ غَفَرْتُ لَهُ وَلَا اُبَالِیْ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَا زَادَ

1 (تفصیل کے لئے میری کتاب۔مشکلات کیوں؟ نکلنے کے الہامی راستے)

ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَشْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اِجْتَمَعُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِنْکُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِیَتُہٗ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ سَائِلٍ مِّنْکُمْ مَّا نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ اِلَّا کَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِیْہِ اِبْرَۃً ثُمَّ رَفَعَھَا ذٰلِکَ بِاَنِّیْ جَوَّادٌ مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِیْدُ عَطَائِیْ کَلَامٌ وَعَذَابِیْ کَلَامٌ اِنَّمَا اَمْرِیْ لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں رسول کریمؐ جو ارشادات اللہ تعالی کے حوالے سے بیان فرمایا کرتے تھے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں اے میرے بندو! میں نے اپنے لئے کسی پر زیادتی کرنا حرام قرار دیا ہے تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ میرے بندو! تم سب بھولے ہوئے ہو سوائے اس کے کہ جس کی میں رہنمائی کروں اس لئے مجھ سے ہدایت طلب کرتے رہا کرو، تم سب کھانے پینے کے محتاج ہو میرے بغیر تمہیں کوئی نہیں کھلا پلا سکتا لہذا مجھ ہی سے روزی کا سوال کرتے رہو اگر میں تمہیں پہننے کے لئے نہ دوں تو تم سب برہنہ ہو اسی لئے مجھ سے لباس طلب کیا کرو۔ میرے بندو! تم دن رات خطائیں کرتے ہو میں ہی تمہاری غلطیوں کو معاف کرتا ہوں اس لئے مجھ سے معافی مانگتے رہو تم اپنے گناہ اور نیکی سے مجھے کوئی

نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے اگر آدم سے لے کر آخری انسان اور تمام جنات ایک متقی انسان کی طرح بن جائیں میری حکومت میں ذرہ بھر اضافہ نہیں ہو سکتا اسی طرح جنات اور بنی نوع انسان سب مل کر ایک فاسق و فاجر شخص کے دل کی طرح برے بن جائیں تو میری حکومت میں کوئی نقص اور کمزوری واقع نہیں ہو سکتی۔

یا عبادی! اگر اول آخر کے جنات اور انسان ایک جگہ اکٹھے ہو کر اپنی اپنی مرادیں مجھ سے طلب کریں اور میں ان سب کی حاجات کو پورا کر دوں تو پھر بھی میری رحمت کے خزانوں میں اس قدر بھی کمی واقع نہیں ہو سکتی جس قدر سمندر میں سوئی ڈبو کر نکال لی جائے اس لیے کہ میں سخی اور بزرگی والا ہوں جو چاہتا ہوں کر دیتا ہوں میری عنایت یا عذاب کلام ہے جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں صرف کہتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ جو کچھ تم اعمال کرتے ہو وہ سب کچھ میرے علم اور حساب و کتاب میں ہے جس کا ہر کسی کو پورا اور مکمل بدلہ دیا جائے گا۔ جسے نیکی کی توفیق مل جائے اسے اللہ تعالی کی تعریف کرنی چاہیے اور جو گناہوں میں ملوث ہوا اسے اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیے۔

❁❁❁

بندہ پروری کی انتہا

انسان ہر وقت اور ہر اعتبار سے محتاج۔ اس کا اپنے رب سے مانگنا اسکی اپنی ضرورت اور حاجت ہے۔ اس کے باوجود رحم وکرم کے مالک کی بندہ پروری کی انتہا ہے کہ وہ صرف مانگنے کا حکم ہی نہیں دیتا بلکہ اپنے سے نہ مانگنے والے پر ناراض اور اس بات کو اپنی ذات سے تکبر کے برابر سمجھتا ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَo(المومن ۶۰. پ ۲۴)

تمہارے رب کا حکم ہے مجھ سے مانگتے رہو میں تمھیں عطا کرتا رہونگا جو لوگ اس سے نہیں مانگتے وہ متکبر ہیں ان کو بہت جلد ذلیل کر کے جہنم رسید کیا جائے گا۔

مومنوں کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ وہ تو ہر حال میں اپنے رب سے مانگتے ہیں اور وہ دعا اور عبادت کرنے سے رکتے نہیں۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کو ہر چیز اللہ تعالیٰ سے طلب کرنی چاہئے حتیٰ کہ جوتا اور اس کے تسمے بھی اسی سے مانگنے چاہئیں۔ آپؐ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ سے طلب کرنی چاہئے کیونکہ ایک ذرہ بھی اس کی عنایت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَo(الانبیاء ۱۹. پ ۱۷)

یعنی مومنین کی صفات یہ ہیں کہ وہ اللہ کو پکارنے سے نہ تو تکبر کرتے ہیں اور نہ دعا کرنے سے رکتے ہیں۔

دعا کی فضیلت

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنْ يَّنْفَعَ حَذْرٌ مِنْ قَدْرٍ وَلٰكِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يُنْزَلْ فَعَلَيْكُمْ بِالدُّعَاءِ عِبَادَ اللّٰهِ. (مسند احمد ۵/۲۳۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کوئی بھی احتیاط اور پرہیز تقدیر سے نہیں بچا سکتی، لیکن دعا نازل شدہ اور آئندہ نازل ہونے والے مصائب وتکالیف سے نفع اور فائدہ پہنچاتی ہے۔ پس اے بندگان خدا دعا ضرور کیا کرو۔

حمد وستائش

اخلاقیات کے ماحول میں اس بات کو کبھی بھی پسندیدہ قرار نہیں دیا گیا کہ ایک چھوٹا اور بالخصوص حاجت مند شخص کسی بڑے سے سوال کرے تو وہ بڑے کے آداب واکرام کو بالائے طاق رکھ کر سوال پر سوال ڈالتا چلا جائے۔ اس انداز سے نہ صرف مانگنے والا محروم رہ سکتا ہے بلکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ دینے والا اس انداز گفتگو سے ناراض ہو جائے مانگنے اور دینے والے کے درمیان یہ رشتہ ادب لازم اور مسلمہ سمجھا جاتا ہے۔ شریعت نے سائل پر اس ادب کو ضروری تصور کیا ہے بالخصوص جب کوئی رب کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرے تو اس کا فرض ہے کہ وہ پہلے حمد وستائش اور اس کی عنایات کا اعتراف اور اقرار کرے کیونکہ پل پل اور قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیاں اور بندہ پروری کی انتہا ہے۔ منعم حق کی اجازت اور مرضی کے بغیر ایک پتا بھی حرکت نہیں کرسکتا اس کے کرم کے بغیر ماں بھی اپنے لخت جگر کو دودھ پلانے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔

تو اگر ہے مہربان تو کل جہان ہے مہربان

یہ حمد وثناء اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس نے انسان کے شرف وکمال کا خیال رکھتے ہوئے صرف اپنے سے ہی مانگنے کا حکم دے رکھا ہے۔ یہ انسان کی شان اور مقام کے خلاف تھا کہ وہ در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرے۔ یہ اسی کی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے کہ انسانی معاشرت میں کوئی بھی خاندانی اور جودو کرم سے مشرف آقا پسند نہیں کرتا کہ اس کا ملازم دوسروں سے بھیک مانگتا پھرے۔ زمین وآسمان کا مالک یہ کس طرح گوارا کرسکتا ہے؟ اور یہ بات خالق دو جہان کی شان کے منافی اور اس کی کریمی کی توہین ہے کہ اس

کا بندہ اپنے خالق و مالک کو چھوڑ کر دوسروں کی چوکھٹ پر دامن حاجت پھیلاتا پھر رہا ہو۔ مانگنے والے کو یہ احساس بھی ہونا چاہئے کہ اس کی بندہ پروری کی وجہ سے مجھے یہ ہمت ہوئی کہ میں اپنے خطا کار ہاتھوں اور گناہ گار وجود کے ساتھ اس کی مقدس بارگاہ میں مانگنے کی ہمت پا رہا ہوں۔ اس لئے شریعت نے مانگنے کے آداب میں حمد و ستائش کو اولین درجہ دیا ہے۔

قرآن مجید کی ابتدا ہو یا نماز کا آغاز، کھانے پینے کے اوقات ہوں یا نیند اور بیداری کے لمحات سب کی ابتدا شکر و حمد سے ہی کی گئی ہے۔ اس بنا پر دعا کے آداب میں پہلا قرینہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالی سے مزید مانگتے ہوئے پہلے اس کے احسانات وعنایات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اسکی ذات اقدس کی تعریف وتوصیف سے مانگنے کی ابتدا کرے۔

سرور دو عالم دعا کرنے سے پہلے حمد وثناء کے کلمات ادا کرتے اور کبھی ان الفاظ سے خالق حقیقی کی تعریف کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ (رواہ مسلم)

میں آپکی تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتا جس طرح کہ آپ کی تعریف کرنی چاہئے۔

درودِ پاک

ایک طرف مومنوں کو اللہ تعالی کا حکم کہ نبیؐ پر درود پڑھا کرو اور دوسری طرف درود جذبہء تشکر کا ترجمان ہے مومن اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ میں اس ہدایت ورہنمائی اور مانگنے کے باعزت طریقے سے کبھی آشنا نہ ہوسکتا تھا اگر سرور دو عالم اس راستے اور عقیدے کی نشاندہی نہ فرماتے تو دنیا میں لاکھوں نہیں کروڑوں انسان اپنے

مالک وخالق کے آداب اور اس سے مانگنے کے صحیح طریقے سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے در در کی ٹھوکریں اور گھر گھر کے چکر کاٹ رہے ہوتے۔ یہ تو محسن انسانیت کی بے پناہ اور پر خلوص محنت کا صلہ ہے کہ انسان کو اپنے مالک سے مانگنے کا سلیقہ آ گیا۔ پھر درود بذات خود ایک بہترین دعا ہے۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالی اس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس بات کو آپؐ نے ابی بن کعب کو اس طرح سمجھایا کہ اگر تو اپنی دعا میں زیادہ وقت درود پڑھنے پر صرف کرے تو تیرے لئے بہت ہی بہتر ہوگا۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّةً وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ (مشکوۃ .باب صلوۃ علی النبی)

جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالی اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا

پہلے معذرت کیجئے

غلطیوں کا اعتراف اور انکی معافی کا طلبگار ہونا دعا کا مستقل حصہ ہونا چاہئے۔ اس کی بارگاہ کا احترام ومقام اور انسانیت کا شرف یہ ہے کہ کچھ مانگنے سے پہلے اس کے حضور اپنے گناہوں کی معافی اور آئندہ نافرمانیوں سے بچنے کے عہد کے ساتھ دعا کا آغاز کیا جائے۔ آپؐ اس طرح بھی دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّی اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (مشکوۃ،باب ما یقرا بعدلتکبیر)

یا اللہ، میری سابقہ اور آئندہ، پوشیدہ اور اعلانیہ فروگزاشتیں اور میری ہر غلطی جو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے سب کو معاف فرما، یا اللہ تو ہی بندوں کی اچھائیوں کو قبول اور نامنظور

کرنے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔

عاجزی درماندگی

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً٥(پ۸)

اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارو۔

دعا کے آداب میں شکر وحمد، درود اور توبہ استغفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جلالت ومنزلت کا تقاضا اور فقیر کی شان یہ ہے کہ مانگتے وقت غایت درجے کی انکساری اور درماندگی کا اظہار کرتے ہوئے اسکے سامنے دست سوال دراز کرنا چاہیئے۔شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ دعا مانگنے والا اس بے بسی اور بے چارگی کا اظہار کرے جس طرح مردہ غسّال کے ہاتھ میں ہو۔

رُوْحُ الدُّعَاءِ اَنْ یَّرٰی کُلَّ حَوْلٍ وَقُوَّةٍ مِنَ اللّٰهِ وَیَصِیْرُ کَا لْمَیِّتِ فِیْ یَدِ الْغُسَّالِ(حجة اللہ)

دعا کی روح یہ ہے کہ دعا کرنے والا ہر قسم کی طاقت وقوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تصور کرے اور اس کی قوت وعظمت کے سامنے اپنے آپ کو اس طرح بے بس سمجھے جس طرح نہلانے والے کے ہاتھوں میت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو انکساری اس قدر پسند ہے کہ جب انسان پریشانیوں کے ہجوم، مسائل کے گرداب اور مصائب کے طوفانوں میں پھنس جاتا ہے۔عزیز واقربا، دوست واحباب منہ پھیر چکے ہیں، لوگوں کی بے وفائی کے جھٹکوں اور حالات و واردات کے تھپیڑوں نے زمین کی پستیوں پر دے مارا ہے تمام وابستگیاں ختم اور ہر قسم کی امیدیں دم توڑ گئی ہیں۔اب نہ اٹھنے کی ہمت ہے اور نہ بیٹھنے کی سکت ہر دم بستر کے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ جسمانی طور پر اس قدر کمزوری کا عالم! کہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے۔

ہاتھ اٹھانا چاہتا ہے مگر ہمت اور طاقت ختم ہو چکی ہے۔اب تو بیماری اور غم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا۔

معذوریاں۔مجبوریاں

ان مجبوریوں اور معذوریوں میں ایک آواز اس کے کانوں کو مس کرتی ہے۔آواز میں یہ تحریک اور امید دلائی جارہی ہے کہ میرے کمزور، ناتواں اور گناہ گار بندے تجھے اپنی درماندگیوں، لاچاریوں اور کمزوریوں پر نگاہ رکھنے کی بجائے میری ذاتِ رحمت پر امید رکھنی چاہئے کیونکہ میرے بغیر کوئی چارہ گر اور تیرا پرسانِ حال اور تیری غلطیاں معاف کرنے والا نہیں۔

امید کی اس پکار نے اس کے کمزور جسم میں طاقت، ناتواں ہاتھوں میں سکت اور شکستہ دل میں ایک امید پیدا کردی ہے۔وہ کانپتے وجود، لرزتے ہاتھوں کو اس کی بارگاہِ اقدس میں پھیلا دیتا ہے۔اس کی زبان سے نہایت نحیف آواز نکلتی ہے کہ اے رحیم وکریم مالک میں ہر طرف سے ٹھکرایا ہوا اور ہر جانب سے بے آسرا ہو کر تیری بارگاہِ پاک میں اپنا دامن حاجت پھیلا رہا ہوں۔

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (الزمر ۵۳. پ ۲۴)

(اے نبی) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔وہ تو غفور الرحیم ہے۔

رفعتیں اور قربتیں

رفعتوں اور وسعتِ افلاک پھر اللہ تعالیٰ کے عرش پر متمکن ہونے کے عقیدے اور اپنے گناہوں اور غلطیوں کی وجہ سے انسان یہ بات سمجھتا رہا ہے کہ جس طرح میرا خدا تک پہنچنا مشکل ہے اس طرح میری فریاد بھی اس تک نہیں پہنچ سکتی۔اس لئے مجھے ایسے طریقے اور وسائل بروئے کار لانے چاہئیں جس سے میری آواز خالق حق تک پہنچ سکے۔ابتدأ ایسا ہی خیال آپؐ کے رفقائے کرام کے دل میں پیدا ہوا اس فکری الجھن کی وجہ سے آپ سے سوال کرتے ہیں کہ اے ذاتِ اقدس ہمیں بتایا جائے کہ ہمارا رب ہم سے کتنی دوری اور مسافت پر جلوہ افروز ہے تا کہ ہم اپنی آواز کو اسی قدر بلند کرنے کی کوشش کریں۔اس محدود سوچ اور فکری الجھن کو دور کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں کہ میں ان سے کتنا دور ہوں۔

اے نبی! آپ ان کو اطمینان اور یقین دلائیں کہ میں قدرت وسطوت اور اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے ہر وقت ان کے ساتھ ہی ہوا کرتا ہوں۔میری یہ رفاقت اس قدر گہری اور انکے قریب ہے کہ میں انسان کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہوں۔یہاں تک کہ انسان کے دل میں پیدا ہونے والے جذبات اور اس کے ذہن میں ابھرنے والے خیالات سے ہر لحہ مجھے آگاہی حاصل رہتی ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ○(البقرۃ ۱۸۶ ۔پ ۲)

جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو انہیں فرمایئے کہ میں بالکل ان کے قریب ہوں۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ

فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌo (الحدید۴.پ۲۷)

اُس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں داخل ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو جو کام بھی تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌo (المجادلہ۷.پ۲۸)

کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ زمیں اور آسمان کی ہر چیز کا اللہ کو علم ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے اندر چھٹا اللہ نہ ہو۔ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ جہاں کہیں بھی وہ ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر قیامت کے روز وہ ان کو بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِo (ق۱۶.پ۲۶)

ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں ابھرنے والے خیالات تک کو ہم جانتے ہیں ہم اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (ملک۱۳.پ۲۹)

یقیناً وہ سینے کے رازوں کو جانتا ہے

غلط فہمی دور کیجئے

انسان کی ہمیشہ سے یہ کمزوری ہے کہ وہ مافوق الفطرت اور قدرت کے معاملات کو بھی اپنے ماحول اور اپنی فکر ونظر کے زاویوں سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہے خاص کر اعتقاد اور اعمال کے حوالے سے کمزور انسان کو اپنے افکار ونظریات سے نکلنا بہت ہی مشکل رہا ہے۔ وہ اسباب اور وجوہات کی وجہ سے اپنے خالق کے بارے میں بھی یہ تصور رکھتا ہے کہ اس تک رسائی اور پہنچ انسان کے بس کا روگ نہیں۔ بالخصوص گناہ گار کے لئے تو نہایت ہی ناممکن ہے یہ کمزور اور بیمار عقیدہ اس وقت اور زیادہ ضعف وکمزوری کا سبب بنتا ہے جب اس کے ذہن میں یہ بات اتار دی جائے کہ تو ناپاک اور گناہ گار ہے۔ وہ ذات کبریا انتہائی مقدس وپاک، اس لئے وہاں تک تیری رسائی مشکل ومحال ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت اور سچائی کو بھول جاتا ہے کہ اس کے مالک نے گناہ گاروں کو ہی یہ شرف بخشا ہے کہ کمزوریوں، کوتاھیوں اور جرائم کے باوجود تجھے میری رحمت سے مایوس نہیں ہونا۔

اس آواز کے اندر انتہا درجے کی خیر خواہی اور شفقت موجزن ہے۔ گناہ گار اور خطا کار کی جھجک کو دور کرتے ہوئے بڑے ہی دلربا انداز میں اسے یقین دہانیاں کروائی جا رہی ہیں کہ تو میری بارگاہ میں حاضر تو ہو! میں زندگی بھر کی تیری خطاؤں کو معاف کر دوں گا۔ وہ رحیم وکریم اس طرح اپنے بندوں کو آواز پر آواز دے رہا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُO (الزمر ۵۳۔ پ ۲۴)

اے نبی! کہہ دو کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور الرحیم ہے۔

رحمتیں اور وسعتیں

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت کا معاملہ ہے وہ پانی کے قطرات، ریت کے ذرات، ہوا کے جھونکوں، سورج کی کرنوں اور زمین وآسمان کی وسعتوں سے بھی زیادہ وسعتیں لئے ہوئے ہے۔ رب کریم کا ارشاد ہے۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَo (اعراف ۱۵۶. پ ۹)

میری رحمت نے ہر چیز کو اپنے دامن میں لے رکھا ہے۔ اور اس کے مستحق وہ لوگ ہیں جو تقوٰی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ہمارے احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اس کی رحمت اس قدر وسیع وعریض ہے جیسے بحر بیکراں۔ اگر کوئی چڑیا سمندر سے ایک چونچ بھر لے تو کیا سمندر کو کوئی فرق پڑتا ہے؟ ایسے ہی کائنات کے تمام جن وانس کی حاجات اور تمناؤں کو پورا کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سمندر میں چڑیا کے چونچ بھرنے کے برابر بھی کمی واقع نہیں ہوتی۔ مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے۔ میری رحمت وشفقت ہر آن اور ہر شان میں ان کے قریب تر ہوا کرتی ہے۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَo (اعراف ۵٦. پ ۸)

یقیناً اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

پھر اس کے فضل وکرم کی انتہا یہ ہے کہ اس کی ذاتِ مہربان نے اپنے لئے یہ پسند فرمایا کہ میری شفقت میرے غضب پر ہر آن غالب رہے گی۔ اس نے عرش معلیٰ پر اپنے کرم سے یہ لکھ رکھا ہے

اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ عَلٰی غَضَبِیْ. (مشکوۃ، باب رحمة الله)

یقین کیجئے میری رحمت ہمیشہ میرے قہر وغضب پر غالب رہے گی۔

رحمت کے بغیر چارہ کار ہی نہیں

جب آپ اللہ کی بے پایاں رحمت کا تذکرہ کار فرما رہے تھے تو آپؐ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہو پائے گا۔ صحابہؓ نے آپ کے مرتبے اور شان کے پیش نظر بڑے تعجب سے یہ سوال کیا کہ جناب بھی؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے؟ تو آپؐ نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر صحابہ کی اس غلط فہمی کو دور فرمایا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَنْ یُّنْجِیَ اَحَداً مِنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَتَغَمَّدَنِی اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ. (مشکوۃ باب رحمة الله)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کوئی شخص بھی اپنے اعمال کی بنیاد پر نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ صحابہ نے عرض کیا کیا آپ بھی؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں جب تک مجھ پر اللہ کی رحمت سایہ فگن نہ ہو جائے میں بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتا۔ (مشکوۃ، کتاب الدعوات، باب رحمۃ اللہ)

گلشن حیات کی شادابیاں

انسان کو اس کی رحمت کا اس طرح طلب گار ہونا چاہیئے کہ اے اللہ میں نے اپنے گلشن حیات کو گناہوں کے جھکڑوں، غلطیوں اور جرائم کی آندھیوں سے برباد کر لیا ہے۔ میری وادی حیات کو تیرے بغیر کوئی سیراب نہیں کر سکتا۔ مجھے تیرے ہی در کی امید

اور تیری ہی رحمتوں کا سہارا ہے۔جس طرح تو ویران وادیوں، تپتے ہوئے صحراؤں، اجڑے ہوئے باغوں کو اپنے کرم کی بارش سے سبز و شاداب بنا دیتا ہے اسی طرح ہی مجھے حیات نو سے ہمکنار کر دے۔ جب یہ کہتے ہوئے اس کا دل موم اور اسکی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ تو اتنی ہی دیر میں رحمت خداوندی اسکی روح کو تھپکیاں اور دل کو تسلیاں دیتے ہوئے ان الفاظ میں اسے حیات نو کی امید دلا رہی ہوتی ہے۔اس کیفیت کو قرآن اس انداز سے بیان کرتا ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ٥ (الزمر ۵۳. پ ۲۴)

اے نبی! کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور الرحیم ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰى إِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ٥ (الاعراف ۵۶، ۵۷ - پ ۸)

زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اسکی اصلاح ہو چکی ہے اور خدا ہی کو پکارو خوف اور طمع کے ساتھ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں کے قریب ہے۔ اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لئے ہوئے بھیجتا ہے پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تو انہیں کسی مردہ سرزمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر طرح طرح کے پھل نکالتا ہے۔ دیکھو اس طرح ہم مردوں کو حالت موت

سے نکالتے ہیں، شاید کہ تم اس مشاہدے سے سبق لو۔

رحمت کی بے قراریاں

شیطان انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے روبرو قسم اٹھا کر کہا تھا کہ اے رب میں ابن آدم کو گمراہ کرنے کے لئے ہر داؤ اور حربہ استعمال کرتا رہوں گا۔ یہ کام میں قیامت تک کرنا چاہتا ہوں اس لئے مجھے اس وقت تک کے لئے مہلت دیجئے شیطان کے جواب میں رحمت بیکراں میں تلاطم بپا ہوا اور جواب آیا جاؤ تجھ سے قیامت تک جو بن پڑے کرتے چلے جاؤ۔ لیکن میرے تابع فرمان بندوں کو تو مستقل گمراہ نہیں کر سکے گا۔ ہاں ان میں جو بھی غلطی کرنے کے بعد مجھ سے معافی کا خواستگار ہوا میں اس کے دم واپسی تک معاف کرتا رہوں گا۔ وہ جب بھی میری بارگاہ میں تائب ہوں گے میری رحمت جھپٹ کر انہیں اپنے دامنِ شفقت میں ڈھانپ لے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الشَّیْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِکَ یَا رَبِّ لَا اَبْرَحُ اُغْوِیْ عِبَادَکَ مَا دَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِیْ اَجْسَادِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ. (رواہ احمد، مشکوۃ باب الاستغفار)

حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا شیطان نے کہا یا رب تیری عزت کی قسم جب تک تیرا ایک بندہ بھی دنیا میں موجود ہے میں انہیں گمراہ کرتا رہوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مجھے میری عزت، جلالت وجبروت اور بلند و بالا ہونے کی قسم میں انہیں ضرور معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی طلب کرتے رہیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

اللّٰہُ تَعَالیٰ مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّی شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّی ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهُ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقِرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَةً لَا یُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً. (مشکوۃ،باب ذکر اللّٰہ)

جو مجھ سے ایک بالشت بھی قریب ہوگا میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوں گا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا تو میں اس سے باع (دونوں ہاتھوں کی لمبائی) قریب ہوں گا اور جو آدمی میری طرف چلتا آئے گا میں اس کی طرف دوڑ کر جاؤں گا۔ اور جو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لائے گا اس نے میرے ساتھ اگر شرک نہ کیا ہوگا تو میں اتنی ہی بخشش لے کر اس کو ملوں گا۔

ہاتھ آگے بڑھائیے۔ اللہ کو ان کی بڑی حیا ہے

انسان کی عزت وشرف اور غیرت وحمیت کا تحفظ کرتے ہوئے دین کی تعلیم یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے مگر بارگاہ ایزدی میں ہاتھ پھیلانے کا حکم ہی نہیں۔ یہ تو انسانیت کا شرف ہونے کے ساتھ دعا کے آداب کا حصہ ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے جب دعا مانگنے والا اس کی بارگاہ اقدس میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کے خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے حیا محسوس کرتے ہیں۔

عَنْ سُلَیْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِی مِنْ عَبْدِهٖ إِذَا رَفَعَ یَدَیْهِ اَوْ یَرُدُّهُمَا صِفْرًا. (ابوداؤد، ابن ماجه)

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا تمہارا رب نہایت ہی مہربان اور بڑا ہی حیا والا ہے۔ بندہ جب اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے اسے شرم آتی ہے۔

چند موقعوں کو چھوڑ کر جب بھی آپؐ دعا کرتے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے اور اسقدر دست دراز فرماتے کہ گرمیوں میں کرتے کی آستیں کھلی ہونے کی وجہ سے بسا اوقات آپکی بغلوں کی سفیدی سامنے بیٹھے ہوئے حضرات کو دکھائی دیتی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَ ﷺ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی رَاَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْہِ. (مشکوۃ، کتاب الدعوات)

خادم رسولؐ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے دعا کرتے ہوئے اس قدر ہاتھ اٹھائے کہ مجھے آپؐ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ گئی۔

دعا کروانے والے حضرات کی بھی یہ خواہش ہوتی تھی کہ آپ ان کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کریں۔ وفد سلامان شوال 10 ہجری میں حاضر ہوا جو 17 آدمیوں پر مشتمل تھا۔ حبیب بن عمران انکی قیادت کررہے تھے۔ مذاکرات کے دوران انہوں نے یہ بھی سوال کیا کہ کلمہ توحید کے بعد دین اسلام میں سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ جواباً ارشاد ہوا فرض نماز اول وقت پہ ادا کی جائے۔ مسلمان ہو کر جب یہ وفد واپس جانے لگا تو انہوں نے قحط سالی کے سبب اپنے علاقے کے لئے ابر باراں کے لئے دعا کی درخواست کی آپؐ نے ہاتھ اٹھائے بغیر دعا کر دی جناب حبیب عرض کرتے ہیں یارسول اللہؐ ہاتھ اٹھا کر دعا کیجئے۔ تب آپ ﷺ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَسْقِھِمُ الْغَیْثَ فِی دَارِھِمْ .(زاد المعاد)

اللہ ان کے گھروں میں رحمت کی بارش برسا۔

جب یہ وفد واپس پلٹا تو معلوم ہوا اسی دن اور اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس علاقے میں بارش نازل فرمائی۔

کیا ہاتھ اٹھائے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی؟

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی انتہا دیکھئے کہ اس نے دعا کی قبولیت کے لئے کسی شرط کو فرض قرار نہیں دیا حتی کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی لازم نہیں ہے۔ اگر ہاتھ اٹھانے فرض قرار پاتے تو کتنے ہی بیمار ہیں جو ہاتھ اٹھانا چاہتے ہیں مگر جسم میں طاقت اور ہاتھ اٹھانے کی سکت نہیں ہے۔ فالج کا مریض کس طرح ہاتھ اٹھا سکتا ہے؟ دل کی تکلیف کے دوران ہاتھ اٹھانا تو درکنار ہونٹوں کو حرکت دینا مشکل ہے۔ بظاہر جسم صحیح سالم ہے لیکن صدمہ اس قدر نا گہانی، دلخراش اور بھاری ہے چاہنے کے باوجود ہاتھ نہیں اٹھتے۔ انصاف کے ساتھ مسئلے کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں کہ شریعت نے تو مجبور اور معذور بندوں کا خیال رکھتے ہوئے دعا میں ہاتھ اٹھانا لازم قرار نہیں دیا۔ مگر ہم اپنی کم فہمی اور بے علمی کی وجہ سے ان باتوں کو بھی فرض قرار دے رہے ہیں۔ جسے رب کریم نے نہایت ہی مہربانی فرماتے ہوئے ہمارے لئے اختیاری قرار دیا ہے۔ لہذا جس طرح اور جس انداز میں دعا کی جائے اللہ تعالیٰ اسے ضرور مستجاب فرماتے ہیں۔

ہاتھ اٹھانا عادت اور رسم نہ بنائیں؟

دعا کرتے ہوئے ہاتھ اٹھانا انتہا درجے کی عاجزی، بے بسی اور گداگری کا انداز ہے۔ اس لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے آدمی کو انتہاء درجے کی بے چارگی کا احساس ہونا چاہئے۔ اس بات کا آدمی کے حالات اور طبیعت کی حاضری پر انحصار ہے کہ وہ بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کرتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کے حضور کس قدر حاضری اور عاجزی ہے کیونکہ بسا اوقات بے بس، سر جھکا کر اور ہونٹوں کو بند کر کے دل ہی دل میں دعا کرنا بلند آواز اور عادت کے طور پر ہاتھ اٹھانے سے اللہ

کے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ لہذا رسم اور عادت کے طور پر ہاتھ نہیں اٹھانے چاہئیں۔ بالخصوص ایک ہی مجلس میں بار بار ہاتھ اٹھانا رسم کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ جیسا کہ تعزیت کے وقت لوگ ایسا کر رہے ہوتے ہیں نہ سنت سے ثبوت اور نہ ہی خلفاء راشدین کے مبارک دور میں اس عمل کا کوئی وجود پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ہی فرض نماز کے بعد کچھ لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نماز کا حصہ سمجھتے ہیں۔ جب کہ اس کے مقابلے میں کچھ لوگ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھانے کو بدعت تک کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اسکو بدعت قرار دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔

دعا میں غلو عبادت میں زیادتی کرنے کے مترادف ہے

دین میں مبالغہ بدعت ہی نہیں اس میں کمی بیشی کرنا دین میں تحریف کرنے کے برابر ہے۔ پہلی امتوں نے اس طرح ہی دین کے کچھ حصے کو ختم کیا اور باقی میں اضافہ کر کے اس کو بوجھل بنا دیا اگر اس بات کی اجازت دے دی جائے تو پھر اس کی کوئی انتہا نہیں رہتی اس لئے آپ ﷺ ہر خطبہ جمعہ کی ابتداء میں یہ کلمات ادا فرماتے۔

كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِيْ النَّارِ.

دین کے نام پر ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت جہنم میں لے جائیگی۔

یہ دین فطرت ہے اس لئے اس کا ہر عمل اصول اور فطری تقاضوں کے عین مطابق اعتدال پر قائم ہے۔ اعتدال ایک ایسا اصول ہے جس کو معاملات، صدقہ وخیرات، ریاضت وعبادت حتی کہ دعا میں بھی لازم قرار دیا گیا ہے۔

آپؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دعا میں بھی کسی قسم کا مبالغہ جائز نہیں

اَلسَّجعُ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَإِنِّيْ عَهِدَتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابَهُ لَا

يَفْعَلُوْنَ إِلَّا ذَلِكَ الْاِجْتِنَابَ. (بخاری، کتاب الدعوات)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کیا کرتے تھے کہ ہم سے نبی اکرمؐ نے عہد لیا تھا کہ دعا میں مبالغہ نہ کیا جائے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ دعا میں پر تکلف الفاظ اور تصنع سے اجتناب کیا کرتے تھے۔

دوسرے معاملات کی طرح امت کے بے شمار لوگوں کی دعاؤں اور اسکے انداز میں مبالغہ اور من ساختہ پن پایا جاتا ہے کئی امام نماز سے بھی لمبی دعا کرتے ہیں۔ اور کچھ سلام پھیرتے ہی چہرہ مقتدیوں کی طرف کیئے بغیر چند رٹے رٹائے الفاظ پڑھتے۔ ہوئے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ٹیپ ریکارڈ کا بٹن دبا دیا ہو۔

دعا میں میانہ روی اختیار کرنا فرض ہے

پھر دعا میں شعر وشاعری، انبیاء کے واقعات گویا کہ دعا تقریر ہی کی دوسری شکل ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ اس قدر آگے بڑھ چکا ہے کہ جنازہ اور وتر میں اس قدر لمبی دعائیں مانگی جاتی ہیں کہ کمزور آدمی کے لئے یہ عمل آزمائش سے کم نہیں ہوتا۔ یہ افراط وتفریط کا ہی نتیجہ ہے کہ ایک طرف جنازے کا جھٹکا اور دوسری طرف جنازہ اتنا طویل ہوتا ہے کہ لوگ اکتاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ جب کہ آپؐ نے فرض نماز درمیانے انداز میں پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ شریعت نے ہر معاملے میں اعتدال کو پسند فرمایا ہے۔

مانگنے کے لئے کوئی شرط نہیں

اللہ کی رحمت بیکراں اور اس کا فضل اس قدر بے انتہا ہے کہ دعا کرنے والے کے لئے وقت، انداز اور مقدار کی کوئی شرط نہیں رکھی۔ جب چاہے جتنا چاہے جس قدر چاہے جتنی دفعہ چاہے مگر بلا واسطہ اس سے مانگتا جائے۔ اس کی عنایات کے سمندر میں رتی

برابر بھی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اپنے در کے سوالی کے لئے جس طرح کوئی اور شرط نہیں اسی طرح یہ بھی شرط نہیں کہ صرف ایماندار کی دعاؤں اور انہی کو اپنی عطاؤں سے سرفراز کروں گا۔ اس کی بے پناہ اور بے انتہا رحمت کا اندازہ کیجئے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تکمیل کے بعد دعا کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔

اے کعبے کے رب جو تیرے ماننے والے ہیں فقط انہیں رزق عطا فرمانا۔ اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر اس شرط کو مسترد کر دیا۔ حدیث پاک میں رزق حلال کو شرط کے طور پر نہیں بلکہ آپؐ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ حرام خوری سے آدمی دعا کی قبولیت کا استحقاق کھو بیٹھتا ہے۔ ورنہ لاکھوں کروڑوں حرام خور حتی کہ سود خوروں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (البقرہ ۱۲۶)

جب ابراہیم نے دعا کی یا رب! اس شہر کو امن وامان کا گہوارہ بنانا اور اس میں رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرمانا۔ صرف ان کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے کفر کا راستہ اختیار کیا اسے بھی دنیا کی زندگی کا کچھ حصہ دونگا مگر آخر کار اسے جہنم کی طرف گھسیٹوں گا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

عطاؤں کے بعد شرط

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل وصورت اور صلاحیتوں کے ساتھ پیدا فرماتے ہوئے بن مانگے ہی اسے بے شمار نعمتیں عطا فرمائے جاتا ہے۔ جس طرح مال دینے کے بعد غریبوں مسکینوں پر خرچ کی ترغیب دیتے ہوئے اپنی ذات کو قرض دینے کے

مترادف قرار دیتا ہے۔اسی طرح یہی دعاؤں کو قبول اور عطاؤں کے بعد انسان کی مزید خیر و بہتری کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ تمھیں بھی میرے احکامات اور ذات کا احترام کرنا چاہئے تا کہ اور زیادہ تمہاری راہنمائی اور خیر خواہی کی جائے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ○(البقرة ۱۸۶)

اور اے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے۔میں اسکی پکار سنتا ہوں اور اسے قبول کرتا ہوں ۔لہذا انہیں بھی چاہئے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔تا کہ ان کی اور زیادہ راہنمائی کی جائے۔

مانگنا مگر پہلے کس کے لئے؟

یہ بات بھی دعا کے آداب کا حصہ ہے کہ دعا کرنیوالا پہلے اپنے لئے اللہ سے خیر اور بھلائی طلب کرے اور پھر دوسروں کے لئے دعا کی جائے کیونکہ فقط دوسرے کے لئے دعا کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہے اس طرح یہ شعوری یا غیر شعوری طور پر تکبر کا انداز اور اسکی رحمت سے بے نیازی کا اظہار ہے جس سے لازماً پرہیز کرنا چاہئے۔اس میں کوئی شک نہیں دعا مانگتے وقت پہلے اپنے لئے اللہ سے خیر اور رحمت طلب کرنی چاہئے۔لیکن یہ بھی دعا کا لازمی حصہ ہے کہ دعا مانگنے والا اپنے عزیز و اقرباء کے ساتھ عام مسلمانوں کے لئے بھی دعاء خیر کرتا رہے۔کیونکہ شریعت نے انفرادی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی کو بڑی اہمیت دی ہے۔نماز فرض کو لیجئے فاتحہ، التحیات، درود پاک، سلام کے الفاظ نماز وتر کی

دعا تھی کہ نبی اکرمؐ نماز جنازہ میں بھی حاضر زندہ، مردہ حاضر غیر حاضر چھوٹے، بڑے اور مرد و زن کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ میت کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے جمع کی ضمائر استعمال کیا کرتے تھے۔ بالخصوص آپ نے آئمہ دین کو ہدایت فرمائی کہ جب وہ دعا کریں اپنے لئے ہی نہیں بلکہ حاضرین کو بھی اپنی دعا میں شامل کیا کریں جس نے جان بوجھ کر اس طرح دعا نہ کی وہ خیانت کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ اَنْ يَّنْظُرَ فِيْ جَوْفِ بَيْتِ امْرِئٍ حَتّٰى يَسْتَأْذِنَ ،فَاِذَا نَظَرَ فَقَدْ دَخَلَ وَلَا يَؤُمُّ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُوْنَهُمْ ،فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَهُوَ حَقِنٌ. (ترمذی۔مسند احمد)

حضرت ثوبانؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کسی شخص کو اجازت نہیں کہ وہ دوسرے کے گھر جھانکنے کی کوشش کرے جس نے یہ کوشش کی گویا کہ وہ دوسرے کے گھر میں داخل ہوا۔ اسی طرح کسی امام کے لئے جائز نہیں کہ وہ اجتماعی دعا کے وقت صرف اپنے لئے ہی مانگتا جائے۔ بلکہ اسے سب کے لئے دعا کرنا ہوگی۔ اگر اس نے اس بات کا خیال نہ رکھا تو وہ مقتدیوں کے ساتھ خیانت کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

فوت شدگان کے لئے دعا کرنا ضروری ہے

دنیائے فانی سے جو لوگ کوچ کر چکے ہیں۔ رشتۂ ایمان کے حوالے سے وہ ہمارے بھائی ہیں۔ چاہے وہ ملت محمدی کے ساتھ منسلک ہوں یا پہلے انبیاء کے پیروکار جو بھی عقیدہ توحید اور نیک اعمال کے ساتھ اس جہاں سے اُس جہاں کی طرف منتقل ہوئے ان کے لئے با اہتمام دعاؤں کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے۔ وہ بھی ایصال ثواب کے منتظر رہتے

ہیں۔اس طرح نیک لوگوں کے درجات میں بلندی اور خطا کاروں کو اللہ کے حضور معافی مل جاتی ہے۔قرآن مجید نے فوت شدگان کے لئے اس طرح دعا کا طریقہ سکھلایا ہے

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO (الحشر ۱۰۔پ۲۸)

اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں۔اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی بغض نہ پیدا ہونے دینا،اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

التحیات میں

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ.

ہم اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔

دعاء جنازہ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا. (مشکوۃ۔کتاب الجنائز)

اے اللہ ہمارے زندہ اور فوت،حاضر اور غیر حاضر،چھوٹے اور بڑوں،مردوں اور خواتین سب کو معاف فرما۔

یقین کے ساتھ مانگئے

آپؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور یقین ہونا چاہئے کہ وہ میری دعا کو ضرور قبول فرمائے گا کیونکہ آدمی جس طرح اللہ کے ساتھ گمان کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک فرمائے گا۔لہذا دعا کرتے ہوئے یقین محکم ہونا چاہئے۔

حضرت انس بن مالکؓ آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک بیان کرتے ہیں۔

إِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ وَلَا يَقُوْلَنَّ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاعْطِنِىْ فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ. (صحيح بخارى، كتاب الدعوات)

جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تمہیں یقین محکم کے ساتھ دعا کرنی چاہئے۔ کوئی اس طرح دعا نہ کرے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے یہ چیز عنایت کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص بھی مجبور نہیں کر سکتا۔

اخلاص

دین میں تمام اعمال کا انحصار نیت و ارادے پر رکھا گیا ہے۔ عمل کتنا ہی بہتر اور قرآن وسنت کے موافق کیوں نہ ہو وہ اس وقت تک شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکتا جب تک کرنے والے کی نیت میں للّٰہیت نہ پائی جائے۔ یہی حکم پہلی ملتوں اور امتوں کے لئے جاری ہوا تھا۔ اور اسی تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے قرآن کریم کے یہ ارشادات ہیں۔

وَمَا اُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ ۝ (البينة ۵. پ ۳۰)

اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اور اپنے دین کو اس کے لئے خالص رکھتے ہوئے بالکل یکسو ہو کر رہیں۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

(پ ۲۴. المؤمن ۱۴)

صرف اللہ ہی کو پکارتے رہئے اور اس کے دین کے لئے وقف ہو جائیں چاہے کفار کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. (بخاری)

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

حضورِ قلب

اخلاص نیت کا یہ فائدہ ہے کہ انسان جو عبادت و ریاضت کرنا چاہتا ہے۔اس میں یکسوئی ٹھہراؤ اور حضورِ قلب پیدا ہو جاتا ہے۔

آپ ؐ کا ارشاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے کی ہوئی دعا کو شرف باریابی عنایت نہیں فرماتا۔اس لئے جب آدمی اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے تو اسے پوری طرح یہ احساس ہونا چاہیئے کہ میں انتہائی حاجت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی میرا حاجت روا نہیں۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَلْقُلُوْبُ اَوْعِيَةٌ بَعْضُهَا اَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَيُّهَا النَّاسُ فَاسْئَلُوْهُ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُونَ بِالْاِجَابَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيبُ لِعَبْدٍ دُعَاءِ ه عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ غَافِلٍ (مسند احمد)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ دل یادداشت اور معلومات کا خزینہ ہے۔ان میں سے کچھ ایسے قلوب ہوتے ہیں جو دوسروں کی نسبت معلومات کو دیر تک محفوظ رکھتے ہیں۔لوگو! جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے حاجات پیش کرو تو دعا کی قبولیت کا یقین رکھا کرو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ غفلت سے مانگی ہوئی دعا کو قبول نہیں کرتا۔

جلد بازی سے اجتناب

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّهُ قَالَ لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا الْاِسْتِعْجَالُ ؟ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَنْ يَسْتَجِبَ لِيْ فَيَتَعَسَّرَ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ . (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی دعاؤں کو

ضرور قبول فرماتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ جلد بازی سے اجتناب کرے آپؐ سے استفسار ہوا جلد بازی کیا ہے؟ جواباً ارشاد فرمایا کہ آدمی یہ سمجھ کر دعا کرنا چھوڑ دے کہ اب تک میری دعا قبول نہیں ہوئی لہذا دعا کرنے کا کیا فائدہ۔

رزق حلال

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ: يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْلَمُوْنَ عَلِيْمٌ وَقَالَ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذَالِكَ. (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! اللہ خود بھی پاک ہے اور پاک چیزوں کو پسند کرتا ہے اللہ نے جو حکم رسولوں کو دیا وہی مومنوں کو دیتے ہوئے فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ۔ اور نیک عمل کرو جو تم کرتے ہو یقیناً میں اسے جانتا ہوں۔ اور فرمایا اے مومنوں! طیب رزق جو ہم نے تمہیں دیا ہے وہ کھاؤ۔ پھر آپ نے ایک ایسے آدمی کا تذکرہ فرمایا کہ اس کا جسم مٹی سے اٹا ہوا وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر اللہ کو پکارتے ہوئے یا رب یا رب کی صدائیں لگاتا ہے۔ اور اس کی حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام' پینا حرام' پہنا ہوا کپڑا حرام اور اس کا جسم بھی حرام خوری سے پلا ہے تو اس کی دعا کیسے قبول کی جائے۔

عزم واستقامت

دین ودنیا کے امور کو سرانجام دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس کام کو مکمل انہماک اور اس کے تقاضے پورے کرتے ہوئے آخر دم تک اس پر استقامت اختیار کرے۔ جب تک جہد مسلسل کے ساتھ مستقل مزاجی اختیار نہیں کرے گا تو کام کا نتیجہ رائیگاں ہو جائیگا۔ کوئی شک نہیں کہ آدمی مسائل اور مصائب میں گھبرا جاتا ہے۔ لیکن گھبراہٹ کے عالم میں کام چھوڑ دینا مسائل کا حل نہیں ہوا کرتا۔ دعا کے سلسلہ میں بھی یہی فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيْظُ٥ (الحج ۱۵ .پ ۱۷)

جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی کوئی مدد نہ کرے گا اسے چاہئے کہ ایک رسی کے ذریعے آسمان تک پہنچ کر شگاف لگائے پھر دیکھ لے کہ آیا اس کی تدبیر کسی ایسی چیز کو رد کر سکتی ہے جو اس کو ناگوار ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ مجھ سے ہمیشہ اور مسلسل مانگتے رہو اگر کوئی گھبرا کر مانگنا چھوڑ دے تو کیا اس طرح اس کے مسائل حل ہو جائیں گے؟

ہر دعا قبول ہونے کی گارنٹی

1 دعا کا اسی وقت قبول ہو جانا۔

2 زندگی کے کسی حصہ میں مستجاب ہو جائے۔

3 مقصود حاصل ہونے کی بجائے اس کے بدلے میں کوئی ناگہانی مصیبت ٹل جائے

4 زندگی بھر میں دعا قبول نہیں ہوئی تو اس کا آخرت میں پورا پورا بدلہ چکا دیا جائے گا۔

عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُوْاللّٰهَ بِدَعْوَةٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ اِيَّا هَا اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْقَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اِذًا نُكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْثَرُ. (مشکوۃ، کتاب الدعوات)

حضرت عبادہ بن صامتؓ آپ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا اس دھرتی کے اوپر جو شخص بھی اللہ سے کوئی چیز مانگتا ہے وہ اسے عطا فرما دیتے ہیں بصورت دیگر دعا کے بدلے اس کی ناگہانی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ دعا گناہ اور قطع تعلقی کے لئے نہ کی گئی ہو۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا پھر تو ہمیں بہت سی دعائیں کرنی چاہئیں جواباً ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ آپکی امنگوں سے زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

آخرت میں اجرِ عظیم

دنیا میں دعا کرتے ہوئے صرف یہی ذہن نہیں ہونا چاہیئے کہ سب کچھ مجھے یہاں مل جائے۔ جب مومن کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد لامتناہی زندگی کا سلسلہ شروع

ہونیوالا ہے۔وہاں مجرم زاروقطار روتے اور چیخیں مارتے ہوئے موت کی آرزو کرینگے مگر اس وقت موت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہوگا۔جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔اور خدا کے باغی اور مشرکوں کو جہنم میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ان حالات میں محشر کے میدان میں ایک شخص کے سامنے نیکیوں کی شکل میں جب بہت بڑا ذخیرہ پیش کیا جائیگا تو وہ تعجب سے کہے گا یہ نیکیاں میری بجائے کسی اور کی ہوسکتی ہیں۔اس وقت اسے بتایا جائے گا دنیا میں تیری نامنظور دعاؤں کا یہ بدلہ ہے وہ بڑی حسرت سے اس بات کا اظہار کرے گا۔

يَا لَيْتَهُ لَمْ يُعَجَّلْ لَهُ شَيْءٌ مِنْ دُعَائِهِ. (کنز العمال. معارف الحدیث)

اے کاش! میری کوئی بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوئی ہوتی، اور ہر دعا کا بدلہ مجھے آج دیا جاتا۔

پھر دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

بسا اوقات انسان کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انتہائی رحیم و کریم اور غفور الرحیم ہونے کی وجہ سے انسان کے ہر گناہ کو معاف فرما دینے والے ہیں۔ایک شخص حتی المقدور اس کے احکامات کی پیروی کرنے کے ساتھ زاروقطار روتے ہوئے دعائیں کرتا ہے لیکن پھر بھی اس کی مشکل آسان اور تکلیف رفع نہیں ہوتی جب کہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ماں باپ سے کروڑ ہا گنا زیادہ مشفق و مہربان ہے۔اس کی تکلیف تو ضرور رفع ہونی چاہیے مگر انسان اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ ماں باپ بڑے مہربان ہونے کے باوجود اولاد کی ہر بات نہیں مانتے۔بچہ بیمار ہوا والدین زندگی بھر کی جائیداد بیچ حتی کہ اپنا گھر فروخت کر کے علاج کرواتے ہیں۔اگر ڈاکٹر یقین دلائے تو بیرون ملک جانے اور قرض اٹھانے

سے بھی دریغ نہیں کرتے اس لئے کہ اولاد کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی ۔ یہی بیمار بیٹا ایک معمولی چیز کھانے کے لئے مانگتا ہے، وہ چیز گھر میں موجود بھی ہے مگر والدین اس لئے نہیں دیتے کہ اس سے تکلیف میں بے پناہ اضافہ ہونے کا خدشہ ہے ۔ کیونکہ ڈاکٹر نے بھی اس سے پرہیز کے لئے کہہ رکھا ہے مریض کے بارے میں والدین کا خدشہ اور ڈاکٹر کا تجربہ غلط ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم اور حکمت تو غلط نہیں ہو سکتے ۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مانگنے والے کے لئے یہ چیز کس قدر اور کس وقت مفید ہوگی ۔ اگر وہ مانگنے والے کی دعاؤں کو اس شکل یا اس کا بدل زندگی بھر نہیں دیتا ۔ انسان کا یہ ایمان تو ہونا چاہئے کہ میرے رحیم وکریم اللہ نے میرے دنیا وآخرت کے فائدے کی خاطر مجھے عطا نہیں فرمایا یا تاخیر کر رہا ہے ۔

وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (البقرة ۲۱۶ . پ ۲)

ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے نقصان دہ ہو ۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے ۔

قبولیت کے اوقات

خصوصی اوقات کا فلسفہ

قرآن وحدیث میں ہر عبادت کے اوقات، انداز اور شرائط کا تعین پایا جاتا ہے۔ نماز فرض کے اوقات، شرائط اور اسکی ادائیگی کا طریقہ۔ سال میں روزوں کے لئے ایک مہینہ مقرر کرتے ہوئے سحری اور افطاری کے اوقات کے ساتھ روزے کے تحفظات کا بیان۔ پورے سال میں ایک دفعہ زکوۃ ادا کرنے کا حکم اور اس کی مکمل تفصیلات کا ذکر اسی طرح صاحب استعداد پر زندگی بھر میں ایک دفعہ حج کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ○ (البقرۃ ۱۹۷ . پ ۲)

حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں جو شخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔

گویا کہ عبادت کی بڑی بڑی اقسام کے اوقات اور ان کی ادائیگی کی تفصیلات کا ذکر موجود ہے۔ مگر ذکر لسانی اور دعا ایسی عبادت ہے جس کے لئے وقت، انداز اور تعداد کی کوئی شرط نہیں۔ قرآن وسنت میں مخصوص اوقات کا اس لئے الگ ذکر ہوا ہے کہ ان اوقات میں بندہ اللہ کی قربت محسوس کرتے ہوئے پورے انہماک اور یکسوئی کے ساتھ اپنے رب سے مانگتا چلا جائے۔ ورنہ ان اوقات کے الگ ذکر کرنے کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ان لمحات کے علاوہ نہ مانگنے کی اجازت ہے۔ نہ ہی دعا کی قبولیت کی امید رکھی جائے۔ بلکہ آدمی ہر وقت جس حالت اور جسطرح اور جو چاہے پھر جتنا چاہے مانگ سکتا ہے۔

اذان اور اقامت کے درمیان

اذان اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اظہار ،رسالت ِرسول کا برملا اقرار ،عبادات کی سرتاج ،نماز باجماعت کی پکار کے ساتھ دین و آخرت کی کامیابی کا اعلان ہے۔نمازی آرام واستراحت،کاروباراور دیگر مصروفیات چھوڑ کر باوضو اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہے۔جنہوں نے اپنے رب کی رضا اور پکار پر حاضری دی ہے ضروری تھا ان کے لئے آخرت سے پہلے قدر افزائی کا اہتمام اور کچھ انعامات کا اعلان کیا جائے۔

اس عزت افزائی کو آپ نے اس طرح بیان فرمایا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ فَادْعُوْا (صحیح ابن خزیمة،بحواله حقیقت دعاء)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی ہوئی دعا مسترد نہیں ہوتی۔

بعد از نماز

بندہ نماز کی صورت میں تمام آداب بجالاتے ہوئے سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے ایک دفعہ اللہ اکبر اور تین دفعہ استغفر اللہ کہہ کر اقرار کرتا ہے خدایا تیری عبادت اور کبریائی کا اعتراف کرنے کے بعد بھی تیری بندگی کا حق ادا نہیں ہوا۔تو ہر اعتبار اور لحاظ سے بڑا ہی بلند و بالا ہے۔میں تجھ سے ہر دم معافی کا خواستگار ہوں۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حد درجے کی انکساری،عبادت اور اس کے گھر میں آنے کی برکت کا نتیجہ ہے کہ نماز

کے بعد کی ہوئی دعا کوفورا قبول کرلیا جاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ ﷺ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَةِ (رواہ الترمذی، کتاب الدعوات)

ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم سے استفسار ہوا کون سی دعا جلد قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا آدھی رات کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد۔

سجدہ

اللہ تعالی نے انسان کو غیرت وحمیت عطا فرمائی ہے اور توحید غیرت کی محافظ اور اس کو دوبالا کرتی ہے جسکی وجہ سے ایک مواحد مرجانا قبول کرسکتا ہے غیراللہ کے سامنے جھکنا گوارہ نہیں کرتا۔ جو کسی کے سامنے جبین نیاز جھکانے کے لئے تیار نہیں ہوتا وہ اپنے خالق ومالک کے سامنے ہر وقت جھکنے کے لئے آمادہ اور تیار رہتا ہے۔ کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں بلکہ دل کی اتھاہ گہرائی، دماغ کی یکسوئی سے جھک کر اس کی کبریائی کا اعتراف اس کی بارگاہ چوکھٹ پر پیشانی رکھ کر اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے سامنے بچھا جارہا ہے۔ اس حالت میں اللہ کی رحمت موسلا دھار بارش کی طرح بندے پر نازل ہورہی ہوتی ہے۔ یہ قبولیت کا لمحہ ہے۔ اس لئے آپ ؐ کا ارشاد ہے کہ سجدے میں اللہ دعا کو قبولیت کے زیور سے آراستہ کرتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوْا الدُّعَاءَ. (صحیح مسلم، باب السجود)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ آدمی سجدہ میں اللہ تعالی کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے سجدے میں کثرت کے ساتھ دعا کیا کرو۔

نماز میں سجدوں کے درمیان وہی الفاظ پڑھنے چاہییں جو آپؐ سے ثابت ہیں البتہ نفلی سجدہ میں جن الفاظ میں چاہے دعا کرسکتا ہے۔

وقتِ تہجد

لیل ونہار میں کوئی گھڑی اور وقت ایسا نہیں جب آدمی کی دعا قبول نہ ہوتی ہو۔قبولیت کا دروازہ ہر وقت اور قیامت تک کھلا رکھا گیا ہے۔لیکن اس کے باوجود کچھ اوقات کو زیادہ قبولیت کا درجہ حاصل ہے۔تاکہ بندے ان مخصوص اوقات میں زیادہ توجہ کے ساتھ اپنے رب سے مانگ سکیں۔رات کا پچھلا پہر قبولِ دعا کے لئے زیادہ اقرب ہے کیونکہ سکون واطمینان اور رحمت وبرکات کے لحاظ سے لیل ونہار کا کوئی لمحہ ان لحات کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔زمین وآسمان کی وسعتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت وتجلیات سے لبریز ہوتی ہیں۔اس وقت خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نازل ہورہا ہوتا ہے۔ مالکِ حقیقی اس طرح اپنے بندوں کو پکار رہے ہوتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷜ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کُلَّ لَیْلَةٍ إِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْآخِرِ فَیَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ ،مَنْ یَسْأَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ مَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ (صحیح بخاری،باب کتاب الدعوات)

حضرت ابو ہریرہ﷜ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کون ہے جو مجھے پکارے؟ میں اسکی پکار سنوں' کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اسے عطا کروں' کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے؟ میں اسے معافی دوں۔

سیدالایام میں مانگیئے

آپؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی عبادت کے طور پر یہود و نصاریٰ کے لئے جمعہ کا دن تجویز فرمایا تھا۔ یہودیوں نے اس دن کو رد کرتے ہوئے اپنے لئے ہفتہ اور عیسائیوں نے اتوار کا دن پسند کیا جب کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس تحفے کو قبول کرتے ہوئے جمعہ کے دن کو اپنے لئے پسند کیا۔ یہ ہفتہ کے سات ایام کا سردار ہے کیونکہ اس دن بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے اور ہونگے۔ لہذا یہ قبولیت کا دن ہے مومنوں کو اس دن خوب دعائیں کرنی چاہئیں۔ اس دن آدمؑ کی پیدائش، جنت میں داخلہ، جنت سے خروج، توبہ کی قبولیت اور اسی دن ان کا انتقال ہوا اور جمعہ کے روز ہی قیامت برپا ہوگی۔ بالخصوص درود پاک کی فضیلت کو اس طرح بیان فرمایا:

فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ. (ابو داؤد. فضل جمعة)

اس دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ اَبُوالْقَاسِمِ ﷺ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ سَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا إِلَّا اَعْطَاهُ وَقَالَ بِيَدِهٖ قُلْنَا يُقَلِّلُهَا يُزَهِّدُهَا. (صحيح بخاری، كتاب الجمعة)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایسے مبارک لمحات آتے ہیں اس میں نماز پڑھنے والے کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس طرح مختصر لمحات ہیں۔ محدثین کا خیال ہے یہ وقت خطیب کے ممبر پر بیٹھنے اور نماز عصر سے مغرب تک کا وقت ہے۔

تلاوتِ قرآن

قرآن مجید رسالت و نبوت اور ہدایت و رہنمائی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے یہ ہدایات، پیغامات کا خلاصہ اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال اور لازوال ہے۔ یہی قرآن مجید کا مقام اور مرتبہ ہے۔ اسے لانے والے جبرائیل امین تمام ملائکہ کے سرتاج، نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء کے سربراہ اور یہ امت پہلی امتوں کی سردار ہے۔ جو شخص ہدایت و عمل کے نظریے اور محبت و اخلاص کے جذبے سے اس کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بن مانگے ہی حاجات کو پورا فرما دیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰی سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ. (مشکوۃ، کتاب فضائل القران)

ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص دعا کرنے کی بجائے میری یاد کی خاطر قرآن مجید پڑھتا رہا میں اسے دعا کرنے والے سے زیادہ بہتر عطا فرماؤں گا۔ ہر کلام سے افضل اللہ کا کلام ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر افضلیت حاصل ہے۔

لیلۃ القدر

سال بھر میں تمام راتوں کی سردار اس میں اللہ کا آخری کلام قرآن مجید نازل ہوا۔ جبرائیل امین بڑے بڑے ملائکہ کی معیت میں اس رات دنیا میں تشریف لاتے

ہیں۔اسی رات سال بھر کے لئے لوگوں کی قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں۔رحیم کریم اللہ اس رات اس لئے بھی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں کہ میرے بندے میری رحمتوں کی امید اور انتظار میں جاگ رہے ہیں۔انہوں نے دن کو روزہ اور رات کو قیام کیا اب وقت آ گیا ہے کہ ان کی دعاؤں کو قبول کرلیا جائے۔

إِنَّا أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (قدر . ۳۰)

اور ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔فرشتے اور جبریل اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔اس رات طلوع فجر تک سلامتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔کہ لوگوں کی قسمت کے فیصلے اس رات میں کیے جاتے ہیں کیونکہ اس رات قرآن مجید نازل کیا گیا تھا۔قرآن مجید رمضان المبارک کی شب قدر میں نازل ہوا تھا۔اس لئے وہ شعبان کی رات کی بجائے رمضان کے آخری عشرے کی پانچ راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوگی۔

حٰمٓ. وَالْكِتَٰبِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ (الدخان ۱ تا ۴.پ ۲۵)

حم۔اس کتاب روشن کی قسم! کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا۔ہم تو لوگوں کو برے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔اس رات تمام حکمت کے کاموں کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔

ابرِ باراں فضل وکرم کا وقت

بارش اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کا مظہر ہے۔ بارش اگر لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے طوفان کی صورت اختیار کرتے ہوئے اللہ کے عذاب کی شکل اختیار کر جائے تو تب بھی آدمی کو اپنی عافیت کی دعا کرنی چاہیئے۔ اس لئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بارش کے وقت دعا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہر دو صورتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثِنْتَانِ مَاتُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَتَحْتَ الْمَطَرِ (المستدرک للحاکم، صحیح الجامع الصغیر)

سہل بن سعد بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بارش اور اذان کے وقت کی ہوئی دعاؤں کو اللہ ضرور قبول فرماتا ہے۔

کامیابی اور کشادگی

قرآن مجید نے انسانی کمزوریوں کے تذکرے میں اس بات کا شکوہ کیا ہے کہ اکثر انسان دعا کی قبولیت اور تکلیف رفع ہو جانے کے بعد اپنے رب کی ناشکری اور ناقدری پر اتر آتا ہے۔ جب کہ مشکل کے وقت وہ لمبی لمبی دعائیں مانگتا ہے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ٥ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ٥ (ھود ۹، ۱۰ — پ ۱۲)

جب کبھی انسان کو ہم اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی

تھی ہم اسے نعمت کا مزا چکھاتے ہیں تو کہتا ہے میرے تو سارے فکر دور ہو گئے، پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔

بہترین بندہ تو وہ ہے جو تکلیف میں صبر، کشادگی اور کامیابی کے وقت اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی طبیعت میں اس احساس کو گہرا کرتا جائے کہ جو کچھ مجھے مل رہا ہے یہ میری صلاحیتوں کا نتیجہ نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازی اور بندہ پروری کا کرشمہ ہے۔ان جذبات کے ساتھ اللہ سے مانگنے والے کے لئے اور زیادہ وسعت اور کشادگی پیدا کردی جاتی ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ○ (ابراھیم۷۔ پ۱۳)

تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔

کشادگی اور آرام کے وقت اللہ تعالیٰ کو بھول جانا مفاد پرست شخص ناقدر شناس کا کردار ہوا کرتا ہے۔معزز اور مخلص تو وہ ہوتا ہے جو عسر و یسر میں اپنے مالک سے رابطہ اور اسی کے در کا ہو کر رہے۔آپؐ نے اسی بات کی تعلیم فرمائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ذکر کرتے ہیں کہ میری سعادت مندی کہ میں ایک دن سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔آپؐ نے فرمایا:

اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ ، اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ اَمَامَکَ تَعَرَّفْ إِلَیْہِ فِي الرَّخَاءِ یَعْرِفْکَ فِي الشِّدَّۃِ.(مسند احمد)

ہر دم اللہ تعالیٰ کے احکام کا خیال رکھیئے اللہ تعالیٰ ہر حال میں تیری حفاظت فرمائیں گے۔ تو فراخی اور کشادگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ اللہ تجھے مشکلات کے وقت یاد رکھیں گے۔

جہاد کے وقت دعا

جہاد فی سبیل اللہ کا معنی یہ ہے کہ ہر اعتبار اور ہر محاذ پر اللہ تعالیٰ کے دین کو سر بلند رکھنے کی کوشش کرنا۔ آپ ؐ فرمایا کرتے تھے کفار کے خلاف جہاد کرو اپنے مال، زبان اور جان سے۔ اس سے جہاد کا مفہوم تو بڑا جامع ہے۔ سب سے بڑا جہاد کلمہ حق بلند کرنا ہے۔ اخلاص کے ساتھ جہاد کرنے والے کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف حاصل ہوتا ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ﷜ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ ،اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِيْنَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا . (مشکوۃ،باب فضیلت اذان)

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا دو وقت ایسے ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ اکثر دعا قبول فرماتے ہیں۔ اذان کے وقت اور میدان کارزار میں جب مسلمان اور کافر باہم برسر پیکار ہوتے ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○(الفرقان ۵۔پ ۱۹)

کفار کی پرواہ کئے بغیر ان کے ساتھ جہاد اکبر جاری رکھئے۔

مراد تبلیغی جہاد کیونکہ مکہ معظمہ میں جہاد بالسیف کی اجازت نہیں تھی۔

آپ ؐ کا ارشاد ہے جس نے ظالم اور جابر حکمران کے سامنے سچ بات کہی اس نے افضل ترین جہاد کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس لحاظ سے اللہ کے دین کو ہر اعتبار سے سربلند کرنے والا مجاہد ہوتا ہے۔

كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (مشکوۃ،کتاب الامارۃ)

وقتِ وفات

موت ایک مسلمہ حقیقت ہے جسکا کافر بھی انکار نہیں کرتا۔ دنیا میں جو شخص بھی آیا بالآخر اس نے کوچ کرنا ہے۔ نیک ہو یا بد، غریب ہو یا امیر، طاقت ور ہو یا تاجر سب نے موت کے گھاٹ اترنا ہے۔ جانے اور رہنے والوں کے لئے یہ بڑا ہی دردناک اور افسوس ناک وقت ہے۔ ایسا مشکل وقت کہ دیکھنے والے کا کلیجہ منہ کو آرہا ہوتا ہے اس نازک ترین وقت میں اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں جب میرے خاوند ابوسلمہؓ قریب المرگ تھے تو آپ تشریف لائے آپ کی موجودگی میں میرے خاوند فوت ہوئے اور ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ آپ نے آگے بڑھ کر ان کی آنکھوں کو بند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کی روح قبض ہوتی ہے تو نظریں ان کا پیچھا کرتی ہیں۔ یہ سن کر ہم رونے لگے اس وقت آپؐ نے فرمایا۔

فَقَالَ :لَا تَدْعُوا عَلَىٰٓ اَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ:اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهُ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ (صحیح مسلم)

آپؐ نے فرمایا اپنے لئے خیر کی دعا کرو کیونکہ موت کے وقت جو بات کہی جاتی ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ابوسلمہ کے لئے دعا کی۔ یا اللہ ابوسلمہ کو معاف اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔ اے اللہ! تو اس کے پسماندگان کی دستگیری فرما۔ یارب العلمین اس کی قبر کو کشادہ اور روشن اور ہم سب کو معاف فرما۔

مستجاب الدعوات حضرات

1 والدین

2 اولاد

3 روزہ دار

4 علماء اور نیک لوگ

5 معذور اور مجبور

6 مسلمان کی غیر حاضر مسلمان کے لئے

7 نیک افسران

8 مظلوم

9 بیمار

10 مسافر

11 حجاج کرام اور مجاہد فی سبیل اللہ

ماں باپ کی دعائیں

دنیا میں انسان کے لئے سب سے زیادہ پرخلوص اور افضل دعا ماں باپ کی ہوا کرتی ہے۔والدین کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لئے بے پناہ محبت اور خیر خواہی کے جذبات رکھے ہیں۔اولاد نافرمان ہی کیوں نہ ہو ماں باپ اولاد کی ہدایت اور دنیا وآخرت کی ترقی کے لئے دعا کرتے ہیں اور انہیں اولاد کے لئے دعائیں کرتے ہی رہنا چاہئے۔یہ فطرت کا تقاضا ہے اور انبیاء کی سنت۔حضرت سلیمانؑ بے مثال حکمران اور جلیل القدر پیغمبر ہونے کے باوجود اس طرح دعا گو ہیں۔

رَبِّ اَصْلِحْ لِیْ وَذُرِّیَّتِی اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ O(احقاف۔پ ۲۶)

یارب میری اور میری اولاد کی اصلاح فرماتے رہنا۔میں تیری ہی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں اور میں فرمانبردار بندوں میں شامل رہنا چاہتا ہوں۔

اولاد کی والدین کے لئے دعائیں

اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا وخوشنودی کو والدین کی رضا کے ساتھ منسلک فرمایا ہے۔کہ جو انسان اپنے رب کو راضی رکھنا چاہتا ہے سے اپنے والدین کو خوش وخرم رکھنا چاہئے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں اپنی عبادت کا حکم دینے کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم صادر فرمایا ہے۔اس لئے بڑے بڑے جلیل الشان اور عظیم المرتبت انبیاء اپنے ماں باپ کے لئے دعائیں کرتے رہے۔خود نبی کریمؐ چند رفقاء کے ساتھ ایک دن اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔جونہی آپ قبر کے قریب پہنچے تو زار و قطار رونا شروع کر دیا۔جب طبیعت غم سے بھر گئی تو آپ سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے آپ کو اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا۔واپسی

پر ساتھیوں کے استفسار پر فرمایا کہ یہ میری والدہ ماجدہ کی قبر تھی۔ میں نے اللہ کے حضور دعا کی اجازت پائی مگر مجھے صرف قبر کی زیارت کی اجازت عنائت فرمائی گئی حضرت نوحؑ اپنے ماں باپ کے لئے اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ○ (نوح۔پ ۲۹)

روزہ دار

اَلصَّوْ مُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ (بخاری، کتاب الصوم)

روزہ میرے لئے ہے اور میں روزہ دار کے لئے ہوں۔

روزہ کی اس لئے فضیلت ہے کہ روزہ دار کے سامنے سب کچھ موجود ہونے کے باوجود وہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو بھی صبح سے شام تک اس لئے نہیں ہاتھ لگاتا کہ اس کے مالک نے اسے روک دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام اور احترام اور اس کی ذات کے اکرام کی بدولت افطاری کے وقت کو قبول دعا کا وقت قرار دیا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُرَدُّ دَعْوَةُ الصَّائِمِ حِیْنَ یُفْطِرُ (رواہ الترمذی۔ کتاب الدعا فی المشکوۃ)

اللہ تعالیٰ روزے دار کی افطاری کے وقت کی ہوئی دعا کو مسترد نہیں فرماتا۔

علماء اور نیک لوگوں کی دعائیں

انبیاءؑ کے بعد علمائے کرام کا مرتبہ اور مقام ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے علماء انبیاءؑ کے وارث ہوا کرتے ہیں۔ پھر آپؐ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ عام عبادت گزار لوگوں سے عالم اس طرح ارفع و اعلیٰ ہے جس طرح چودھویں رات کا چاند ستاروں پر چھایا ہوتا ہے۔

(باب العلم۔ مشکوۃ، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

علمائے حق کے بعد امت کے نیک حضرات کا درجہ اور مقام ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو مستجاب فرماتا ہے۔اس لئے علماء اور نیک لوگوں سے دعا کروانی چاہیئے۔نبی اکرمؐ سے بڑھ کر کس کا مرتبہ ومقام اور کس شخص کی دعائیں مستجاب ہو سکتی ہیں۔لیکن اس کے باوجود حضرت عمرؓ جب عمرہ کرنے کے لئے جانے لگے تو آپ فرمارہے تھے۔کہ بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھنا۔

معذور اور مجبور بندے کی مناجات

جو شخص مسائل اور مصائب، پریشانی اور بیماریوں میں گر چکا ہے جب وہ ہر طرف سے مجبور اور لاچار ہوکر اپنے رب کی رحمت کا طالب ہوتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو مستجاب کرتے ہوئے اس طرح آواز دیتے ہیں۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ٥(النمل ٦٢.پ ٢٧)

کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟اور(کون ہے جو)تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔

رسول کریم فرمایا کرتے تھے کہ مجبور اور معذور بندے کی دعا یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :دَعْوَةُ الْمَکْرُوْبِ "اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ، فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ، وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ ،لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ .(مشکوة،باب دعوات فی الاوقات)

ابی بکرہ کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ نے اس دعا کو معذور اور مجبور بندے کی دعا قرار دیا ہے

اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے حوالے نہ کیجئے اور ہر حال میں مجھے درست رکھنا تیرے بغیر مجھے کوئی سلامت نہیں کر سکتا۔

حاضر کی غیر حاضر مسلمان کے لئے دعا

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ؐمسلمانوں میں اخوت ومحبت، خیر خواہی اور ہمدردی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔اس کی بدولت جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس انتہا درجے کے اخلاص کو دیکھ کر اسکی دعا کی تائید کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو اللہ کے حضور وہ سب اس کے لئے مانگ رہا ہوتا ہے جو دعا کرنے والا اپنے غیر حاضر بھائی کے لئے طلب کرتا ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَدْعُوْلِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلِکُ وَلَکَ بِمِثْلٍ (مسلم، کتاب الدعوات)

حضرت ابو درداء بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنے غیر موجود بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کے لئے دعا کرتے ہوئے کہتا ہے۔اللہ تعالیٰ تیرے نصیب میں بھی یہ خیر و برکت فرمائے۔

عدل وانصاف کرنے والے افسران

جس معاشرے میں عدل وانصاف کا فقدان اور ظلم و زیادتی عام ہو جائے آپ ؐ کا ارشاد ہے کہ وہ معاشرہ اور قوم بہت جلد تباہی کے گھاٹ پر اتر جایا کرتی ہے۔اس لئے آپ ؐ کسی شخص کو منصب عطا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ظلم اور زیادتی سے بچے رہنا۔

یہ افسران عدلیہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں یا انتظامی امور کے نگران ۔ اگر یہ خدا خوفی اختیار کرتے ہوئے عدل وانصاف اور لوگوں سے شفقت ومہربانی سے پیش آتے ہیں تو ان کی دعاؤں کی بارگاہ ایزدی میں بڑی قدر ومنزلت ہے۔ آپؐ نے ایک موقعہ پر تین مستجاب الدعوات حضرات کا ذکر کرتے ہوئے عادل حکمران کی دعاؤں کا اس طرح بیان فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ ۔(رواه الترمذی، کتاب الدعوات مشکوة)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمی ہیں جنکی دعا رد نہیں ہوتی ان میں ایک انصاف کرنے والے حاکم کی دعا ہے۔

مظلوم

آپؐ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری سال معاذ بن جبلؓ کو یمن میں گورنر تعینات کرنے کے وقت الوداع کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

معاذ! مظلوم کی بددعا سے بچے رہنا۔ اس کی بددعا اور اللہ کے عرش کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔ اس بات کو حضرت انسؓ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ وَاِنْ كَانَ كَافِرًا فَاِنَّهٗ لَیْسَ دُوْنَهَا حِجَابٌ(مسند احمد)

حضرت انس بن مالکؓ ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا مظلوم خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس کی بددعا سے بچو، کیونکہ اس کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔

بیمار

نبی اکرمؐ بیمار اور لاچار شخص کو تسلی دیتے ہوئے دعا فرمایا کرتے تھے۔

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (بخاری، کتاب المرضٰی)

فکر نہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو ہر اعتبار سے پاک صاف فرمائیں گے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ فَمُرْهُ يَدْعُوْ لَكَ فَإِنَّ دُعَاءَهُ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ (مشکوۃ ،باب عیادۃ المریض)

ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جب مریض کے پاس جاؤ تو اس سے اپنے لئے بھی دعا کی درخواست کیا کرو کیونکہ اس وقت اس کی دعا ملائکہ کی دعا کی طرح ہوتی ہے۔

مسافر

سفر مشکلات کا مجموعہ ہے کیونکہ مسافر بال بچوں سے دور، گھر کی سہولتوں سے محروم اور سفر کی صعوبتوں سے دوچار ہوتا ہے اس حالت میں اس کا دل اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو جلد قبول فرما لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلٰثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِيْهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ. (ترمذی، ابواب الدعوات)

حضرت ابو ہریرہؓ ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تین دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں مظلوم، مسافر اور والد کی دعا اولاد کے لئے۔

زندگی کے اسفار میں مبارک ترین حج وعمرہ کا سفر ہوا کرتا ہے۔حاجی اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے۔احرام سے لے کر حج کی واپسی تک ایک ایک قدم مبارک اور مقدس مقامات پر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوا جاتا ہے۔یہ مسافر اللہ کے مہمان ہیں،اس کے بلاوے اور دعوت پر جا رہے ہیں۔اس سفر کی شان یہ ہے کہ آپ ؐ فرمایا کرتے تھے کہ خلوص،نیت اور ارشادات ربانی کے مطابق حج کرنے والا اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسے اسکی والدہ نے آج ہی اسے جنم دیا ہو۔اس لئے دل کھول کر دعائیں کرنی چاہئیں۔یہ قبول دعا کے اوقات اور مقامات ہیں۔

حاجی اور مجاہد

جبکہ میدان کارزار میں مجاہد صرف اللہ کی ذات اور اسکی بات کے لئے اپنے ہم جنس سے برسر پیکار ہے۔اس کی قربانی اور یہ اس کے لئے تمغہ خدمت ہے کہ اس کی حاجات وضروریات کو پورا کیا جائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْغَازِی فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللّٰهِ دَعَاهُمْ فَاَجَابُوْهُ وَسَأَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ-(ابن ماجه .مشكوة،كتاب مناسك)

حضرت ابن عمرؓ نبی گرامی سے ذکر کرتے ہیں آپ ؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد،حج اور عمرہ کرنے والا جو اللہ سے طلب کرے اللہ تعالیٰ انہیں عنایت فرماتے ہیں۔کیونکہ وہ اللہ کے ارشاد پر لبیک کہہ رہے ہیں۔

❁❁❁

اسباب اور وسیلہ کی حقیقت

یہ دنیا عالم الاسباب ہے۔ اسکا پورا نظام اسباب اور وسائل پر چل رہا ہے جب تک وسائل کو بروئے کار نہیں لایا جائے گا اس وقت تک دنیاوی معاملات صحیح سمت پر چلنے تو درکنار ان کی بقا ہی ناممکنات سے ہوگی۔ ایک شخص کتنا ہی متوکل اللہ ہو جب تک وہ پیاس کے وقت پانی نہیں پیئے گا وہ جاں بلب ہی نہیں بالآخر موت کا لقمہ بن جائے گا۔ بھوکے کو کھانے کی ضرورت ہے اور بیمار کے لئے پرہیز اور دوائی لازم ہے۔ بغیر اسباب کے کسی چیز کا مافوق الفطرت انداز میں ظہور پزیر ہونا یہ صرف خالق کائنات کی تخلیق کا کرشمہ ہوا کرتا ہے۔ اس قسم کے واقعات کسی شخص کی بے عملی کے لئے نمونہ نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی یہ واقعات ہمیشہ رونما ہوتے ہیں۔

بن باپ کے پیدا ہونا انسانی تاریخ میں صرف عیسیٰؑ کا واقعہ ہے۔ اس لئے ان کی تخلیق کو حضرت آدمؑ کی مثل قرار دیا گیا۔ آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔ نہ انکا کوئی باپ تھا نہ کسی ماں نے انہیں جنم دیا۔ خالق کی تخلیق کے یہ منفرد واقعات صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ترجمان ورنہ بغیر اسباب کے اس دنیا کا نظام چل نہیں سکتا۔ اس لئے شریعت نے کمزور کی مدد، بے سہارا کو سہارا دینا اور بے وسائل کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب کہ ان اسباب کے استعمال کو آخرت اور اللہ تعالیٰ کے معاملات اور اختیارات کے بارے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن آج کا واعظ وسیلے کے جواز کے لئے یہ کہتا سنائی دیتا ہے کہ پھر کار استعمال کرنا، عینک لگانا بھی شرک ہونا چاہیئے۔ وہ جانتے ہوئے اس بات کو فراموش کر دیتا ہے کہ یہ اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے۔

کیونکہ انسان کمزور ہے وہ سارے مسائل پر از خود قابو نہیں پاسکتا اس لئے ایک

دوسرے کی مدد اور حاضر وسائل کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہونے کے ساتھ ہر چیز پر اقتدار اور اختیار رکھتا ہے۔ اس لئے اسے وسائل اور اسباب کی حاجت نہیں۔ انسان کو کسی اعتبار سے بھی اس ذات کبریا کو اپنے آپ پر قیاس نہیں کرنا چاہئے ایسی سوچ بدترین اور ناقابل معافی جرم ہے۔

خالق ومخلوق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں

خالق ومخلوق کے درمیان نہ کوئی رکاوٹ ہے اور نہ ہونی چاہیے نہ اللہ تعالیٰ نے کوئی واسطہ مقرر کیا اور نہ ہی اس کی تلاش کی ضرورت ہے وہ تو واسطے کی نفی اور رکاوٹوں کو دور کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ شیطان نے ابتدا ہی سے انسان کے دل میں یہ خیال ڈالا ہے کہ تو گناہ گار اور خطا کار ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک اور ہر کمزوری سے مبرا ہے۔

اس بنا پر وہ صرف اپنے پاکباز بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ پاک ہے اور پاک باز لوگوں کو پسند اور ان کی دعاؤں کو زیادہ قبول کرتا ہے مگر رحیم وکریم اللہ کی طرف سے دعا کی قبولیت کے لئے کسی شرط کو لازم قرار نہیں دیا گیا۔ اگر اس کی طرف سے گناہوں سے پاکیزگی کی شرط رکھ دی جاتی تو کروڑہا انسان اپنی کوتاہیوں اور وسیلہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی رحمتوں سے محروم رہتے۔ شیطان سے زیادہ کون گناہ گار اور مجرم اعظم ہوسکتا ہے کہ اس نے رب ذوالجلال کے روبرو نہ صرف نافرمانی کی بلکہ وہ جرم پر جرم کرتا چلا گیا۔ اپنے آپ کو افضل اور بہتر قرار دیتے ہوئے آدمؑ اور ان کی اولاد کو گمراہ کرنے کے لئے اللہ کے سامنے قسم اٹھائی۔ اتنا بھاری مجرم اور خدا کی بارگاہ میں پھٹکارا ہوا ہے۔ لیکن جب اپنے لئے قیامت تک زندہ رہنے کی درخواست کرتا ہے تو سرکش اور باغی ہونے کے باوجود اس کی درخواست کو قبول کرلیا گیا۔

وسیلہ کیوں نہیں چاہیے؟

خالق ومخلوق کے درمیان وسیلے اور توسل کے حوالے سے عیسائیوں کو گمراہ کرنے کے لئے پوپ نے یہ تصور دیا کہ اس نظریے کی بدولت پادری نے جائیدادیں بنائیں لوگوں کی عزتوں پر ڈاکے ڈالے اور انسان پر انسان کی خدائی کا تصور قائم کرنے کی کوشش کی۔ بدقسمتی سے اسی عقیدے کو بزرگوں کی محبت وعقیدت کے نام پر مسلمانوں میں عام کر دیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند پاک باز لوگوں کو چھوڑ کر پیروں اور گدی نشینوں نے کتنی بیٹیوں کو بے آبرو کرنے کے ساتھ سینکڑوں مربعے زمین اور کروڑوں کی جائیدادیں بنائیں۔ اجازت تو اس بات کی تھی کہ زندہ نیک بزرگ سے دعا کروائی جائے مگر غالب اکثریت نے اس کو کاروبار بنالیا ہے اور ان کے فوت ہونے کے بعد ان کی قبریں زیارت نہیں تجارت گاہ بن چکی ہیں۔ جو لوگ سالہا سال ماں باپ کی قبر پر نہیں جاتے وہ ہزاروں روپے خرچ کر کے قبروں پر ایمان اور مال ضائع کر رہے ہیں۔ اس گھناؤنے دھندے کی اس طرح مذمت کی گئی ہے:

کیوں خالق ومخلوق میں حائل رہیں پردے

پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

رحیم وکریم مالک نے اپنے تک پہنچنے کے لئے گناہ گاروں کی اس جھجک اور رکاوٹ کو اتنے مؤثر اور دلنشیں انداز میں دور فرمایا ہے کہ اس کے بعد بھی کوئی شخص اپنے گناہوں کا بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کے خلاف واسطے اور وسیلے ڈھونڈتا پھرے تو اس کی بدقسمتی کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔

بندے کو خالق سے دور رکھنے کے گھٹیا بہانے

بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے کے لئے یہ گھٹیا اور سطحی تصور بھی دیا گیا پھر اس کے لئے اتنی کمزور اور سطحی مثالیں دی جاتی ہیں کہ جس پر آدمی حیرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسے علماء کا کہنا ہے کہ ڈی سی سے ملنے کے لئے چپڑاسی کی ضرورت ہے مکان کی چھت پر سیڑھی کے بغیر نہیں چڑھا جا سکتا۔ اس باطل عقیدے کو اس شدومد کے ساتھ پھیلایا جا رہا ہے کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے حضرات حتیٰ کہ عدالتیں کرنے والے جج ہی نہیں چیف جسٹس، قانون کی باریکیوں اور موشگافیوں سے واقف ماہر وکلاء، اندرون اور بیرونِ ملک یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل سکالر، الجھے ہوئے مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے والے دانشور اس قدر سطحی پراپیگنڈے سے متاثر ہوئے کہ وہ صحیح بات ماننا تو درکنار اسے ٹھنڈے دل و دماغ سے سننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ حالانکہ ذرا غور کیا جائے کہ جس مدفون بزرگ کا وسیلہ تلاش کیا جا رہا ہے اس کی زندگی اور مرنے کے بعد حالت یہ ہے۔

1. بزرگ بیمار ہوئے۔ ہزار دعاؤں اور دواؤں کے باوجود صحت حاصل نہ کر سکے۔

2. فوت ہوئے تو گھر میں میت ہونے کے باوجود روتی ہوئی بیٹیوں، تڑپتی ہوئی والدہ، بلکتی ہوئی بیوی، سسکتے ہوئے بیٹے اور آہ و بکا کرنے والے مریدوں کو تسلی نہ دے سکے۔

3. شرم و حیا کے مالک ہونے کے باوجود نہ استنجا کرنے کی سکت ہے اور نہ غسل کرنے کی ہمت۔

4. اپنی زندگی میں خود اپنی قبر بنوانے والے بھی چل کر قبر تک نہ پہنچ سکے۔

5. جو زندگی میں صرف ایک زبان جانتے تھے فوت ہونے کے بعد اپنی قبر پر آنے والے

جو زندگی میں پنجابی زبان بولتے اور جانتے تھے وہ فوت ہونے کے بعد سندھی، پشتو اور دوسری زبانوں میں فریاد کرنے والوں کی زبانوں سے کس طرح واقف ہو گئے؟

6. جو خود اولاد سے محروم تھے مثال کے طور پر حضرت علی ہجویریؒ چار شادیوں کے باوجود اولاد سے محروم رہے وہ دوسرے کو کس طرح اولاد عطا کر سکتے ہیں؟

7. جو زندگی میں خراٹے لینے والی نیند یا کسی بیماری کی وجہ سے بے ہوشی کے عالم میں دیکھ اور سن نہیں سکتے اب موت کے بعد کس طرح سننے اور دیکھنے کے قابل ہوئے؟

8. جو زندگی میں دیوار کی دوسری طرف نہیں دیکھ سکتے تھے اب قبر کی منوں مٹی اور مضبوط پتھروں کے درمیان کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔؟

9. جو اپنی حالت سے کسی کو آگاہ نہیں کر سکتے۔ دوسرے کی حالت رب کے حضور کس طرح پیش کر سکتے ہیں؟

توہین آمیز اور مضحکہ خیز مثال

واعظ کا یہ کہنا ہے کہ چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی کی ضرورت ہے۔ اس حد تک تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں مگر غور و فکر کے ساتھ سوچئے چھت تو جامد اور ساکت ہے وہ چڑھنے والے کے قریب نہیں آ سکتی اس لئے سیڑھی کی ضرورت ہے۔ اس اللہ کی قدرت وسطوت تو ہر جگہ موجود ہے اور وہ سب سے زیادہ انسان کے قریب حتیٰ کے دل اور شہ رگ پر اس کا اختیار ہے یہاں تو کسی وسیلے وسفارش اور سیڑھی کی ضرورت نہیں۔ خالق کائنات کے لئے یہ مثالیں اور تشبیہ اس کی توہین کے مترادف ہے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ. (النحل ۷۴. پ ۱۴)

اللہ کے لئے ایسی مثالیں بیان نہ کیا کرو۔

وسیلہ اور مولانا امین احسن اصلاحی کا نقطہ نظر

وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ. وسیلۃ کے معنی قربت کے ہیں اور الیہ کی تقدیم سے حصر کا مضمون پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی خدا کا قرب اور اسی کا تقرب ڈھونڈو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ خدا کے احکام وحدود کی پوری پوری پابندی کرو اور ان کی خلاف ورزی کے نتائج سے ڈرتے رہو۔ خدا اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ جیسا کہ آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کے تحت ہم واضح کر چکے ہیں کتاب اللہ اور شریعت ہی ہے۔ اس وجہ سے کتاب اللہ اور شریعت کو مضبوطی سے تھامنا ہی خدا سے قربت کا واسطہ ہے۔ گویا آیت میں تنبیہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا اور اس کی شریعت سے بے پرواہ ہو کر دوسروں کا تقرب ڈھونڈا اور ان کو اپنی نجات وفلاح کا ضامن سمجھے بیٹھے ہیں۔ وہ بڑی غلط امیدوں اور بڑے ہی غلط سہاروں پر جی رہے ہیں۔ فوز وفلاح کی راہ یہ ہے کہ خدا ہی سے ڈرو اور اسی کا قرب ڈھونڈو قرآن میں دوسری جگہ اس بات کی بھی تصریح ہے کہ فرشتے جن کو نادانوں نے خدا کی قربت کا ذریعہ سمجھ کر معبود بنایا وہ خود ہر لمحہ خدا کے قرب کے لئے ساعی وسرگرم اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا o (اسرا ۵۷. پ ۱۵)

وہ لوگ جن کو یہ مشرکین پکارتے ہیں خود اپنے رب کے قرب کے حصول کے لئے ساعی رہتے ہیں کہ کون زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے۔ اور اسکی رحمت کی امید کرتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے ہی کی چیز ہے۔ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لفظ جہاد یہاں وسیع معنوں میں ہے

اس سے مراد ہر وہ سعی و سرگرمی اور ہر وہ محنت و کوشش ہے جو خدا کے احکام کی پابندی، اس کے دین کے قیام اور اس کی رضا طلبی کی راہ میں کی جائے۔ عام اس سے کہ وہ تلوار کے ذریعے سے ہو یا اپنی دوسری قوتوں، صلاحیتوں اور دوسرے اسباب وسائل یہ گویا وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کا عملی ثبوت ہے۔ یعنی خدا سے قربت کا طالب اس کی راہ میں ہر لمحہ سرگرم کار رہتا ہے۔ (تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی)

مولانا پیر کرم شاہ الازہری کی تفسیر

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (المائدہ ۳۵ ۔ پ ٦)

اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جدو جہد کرو اسکی راہ میں تا کہ تم فلاح پاؤ۔

ابن منظور لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَلْوَسِيْلَةُ فِي الْاَصْلِ مَا يُتَوَصَّلُ بِهٖ إِلَى الشَّيْئِ وَيُتَقَرَّبُ بِهٖ إِلَيْهِ (لسان العرب)

یعنی جس چیز کے ذریعہ کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ اَلْوَسِيْلَةُ كُلُّ مَا يُتَقَرَّبُ بِهٖ (کنعاف) ایمان، نیک اعمال، عبادات، پیروئ سنت اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔

اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے۔ دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے؟ کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں، ہزاروں کوس کی مسافت کو

پا پیادہ طے کیا اور ان کی رہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت وحکمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تصریح فرمائی ہے۔

کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (قول جمیل)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل صاحب دہلوی کو بھی لکھنا پڑا'' اہل سلوک ایں ایت را اشارت بسلوک مے فہمند ووسیلة مرشد رامے'' دانند پس تلاش مرشد بنا برفلاح حقیقی وفوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری است وسنت اللہ بریمیں منوال جاریست لہذا بدون مرشد راہ یابی نادراست۔ (صراط مستقیم)

یعنی سالکان راہِ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ پس حقیقی کامیابی وکامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ وریاضت سے پہلے تلاش مرشد ازبس ضروری ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے سالکانِ راہ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اس لئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ ونادر ہے۔

اللہ تعالٰی کا قرب حاصل کرنے کے لئے تقوٰی اختیار کرنے، وسیلہ تلاش کرنے کے علاوہ ہر دم مصروف جہاد رہنا بھی ضروری ہے۔ جہاد اصغر بھی اور جہاد اکبر بھی۔ کفار سے بھی اور نفس امارہ سے بھی اور ان تمام نظریات وافکار سے بھی جو کسی حیثیت سے اسلامی عقائد اور مسلمات سے ٹکراتے ہیں۔ تب جا کر فلاح وکامرانی نصیب ہوگی۔

(ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری)

حضرت پیر صاحب نے شاہ ولی اللہ اور شاہ شہیدؒ کے حوالے سے مرشد کو وسیلہ قرار دیا ہے۔ اگر مرشد سے مراد نیک اور صالح شخص کی دین ودنیا کی راہنمائی ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں۔ اگر مدفون بزرگ مراد ہیں تو اسکے وہ دونوں بزرگ قائل نہیں اور نہ شریعت میں اسکی کوئی دلیل ہے جیسا کہ انبیاء کے طریقۂ دعا سے ثابت ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی وسیلہ کی وضاحت فرماتے ہیں

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدۃ ۳۵. پ ٦)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدو جہد کرو، شاید کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا. (بنی اسرائیل ۵۷. پ ۱۵)

جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون ان سے قریب تر ہو جائے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔ یہ الفاظ خود گواہی دے رہے ہیں کہ مشرکین کے جن معبودوں اور فریاد رسوں کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے ان سے مراد پتھر کے بت نہیں ہیں۔ بلکہ یا تو فرشتے ہیں یا گزرے ہوئے زمانے کے برگزیدہ انسان۔ مطلب صاف صاف یہ ہے کہ انبیاء ہوں یا اولیاء یا فرشتے، کسی کی بھی یہ طاقت نہیں ہے کہ تمھاری دعائیں سنے اور تمھاری مدد کو پہنچے۔ تم حاجت روائی کے لئے ان کو وسیلہ بنا رہے ہو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ خود اللہ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ اور اس کا زیادہ سے زیادہ تقرب حاصل کرنے کے وسائل ڈھونڈ رہے ہیں۔ (تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی)

وسیلہ مولانا مفتی محمد شفیع کی نظر میں

وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ یعنی اللہ کا قرب تلاش کرو، لفظ وسیلہ وَسَلٌ مصدر سے مشتق ہے، جس کے معنی ملنے اور جڑنے کے ہیں۔ یہ لفظ سین اور صاد دونوں سے تقریباً ایک ہی معنی میں آتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وَصْلٌ بالصاد مطلقاً ملنے اور جوڑنے کے معنی میں ہے، اور وَسْلٌ بالسین رغبت و محبت کے ساتھ ملنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

صحاح جوہری اور مفردات القرآن راغب اصفہانی میں اس کی تصریح ہے۔ اس لئے صاد کے ساتھ وُصْلَه اور وَصِیْلَه ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان میل اور جوڑ پیدا کر دے، خواہ وہ میل اور جوڑ رغبت و محبت سے ہو یا کسی دوسری صورت سے، اور سین کے ساتھ لفظ وسیلہ کے معنی اس چیز کے ہیں جو کسی کو کسی دوسرے سے محبت و رغبت کے ساتھ ملا دے۔ (لسان العرب، مفردات راغب)

اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہر وہ چیز ہے جو بندہ کو رغبت و محبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کر دے، اس لئے سلف صالحین صحابہ و تابعین نے اس آیت میں وسیلہ کی تفسیر طاعت و قربت اور ایمان و عمل صالح سے کی ہے، بروایت حاکم حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ وسیلہ سے مراد قربت و اطاعت ہے اور ابن جریر نے حضرت عطاؒ اور مجاہدؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

اور ابن جریر نے حضرت قتادہؒ سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی ہے۔

تَقَرَّبُوْا اِلَیْهِ بِطَاعَتِهٖ وَالْعَمَلِ بِمَا یَرْضٰهُ

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرو، اس کی فرمانبرداری اور رضامندی کے کام کر کے اس لئے آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو، بذریعہ ایمان اور عمل صالح کے

وسیلہ اور مقام محمود

اور مسند احمد کی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ وسیلہ ایک اعلیٰ درجہ ہے جنت کا جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے، تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ درجہ مجھے عطا فرما دے اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن اذان کہے تو تم بھی وہی کلمات کہتے رہو جو مؤذن کہتا ہے، اس کے بعد مجھ پر درود پڑھو اور میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وسیلہ ایک خاص درجہ ہے جنت کا جو رسول کریمؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور آیت مذکورہ میں ہر مومن کو وسیلہ طلب کرنے اور ڈھونڈنے کا حکم بظاہر اس خصوصیت کے منافی ہے، مگر جواب واضح ہے کہ جس طرح ہدایت کا اعلیٰ مقام رسول کریمؐ کے لئے مخصوص ہے اور آپؐ ہمیشہ اس کے لئے دعا کیا کرتے تھے، مگر اس کے ابتدائی اور متوسط درجات کا تمام مؤمنین کے لئے عام ہیں۔ اسی طرح درجات سب مؤمنین کے لئے آپؐ ہی کے واسطہ اور ذریعہ سے عام ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ لفظ وسیلہ میں محبت اور رغبت کا مفہوم شامل ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وسیلہ کے درجات میں ترقی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے، اور محبت پیدا ہوتی ہے اتباعِ سنت سے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، اس لئے جتنا کوئی اپنی عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرے گا اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو حاصل ہوگی، اور وہ خود اللہ تعالیٰ کے

نزدیک محبوب ہو جائے گا،اور جتنی زیادہ محبت بڑھے گی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

لفظ وسیلہ کی لغوی تشریح اور صحابہ وتابعین کی تفسیر سے جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہروہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا ذریعہ بنے وہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا وسیلہ ہے۔اس میں جس طرح ایمان اور عمل صالح داخل ہیں اسی طرح انبیاء وصالحین کی صحبت ومحبت بھی داخل ہے کہ وہ بھی رضائے الٰہی کے اسباب میں سے ہے۔اور اسی لئے ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا درست ہوا۔جیسا کہ حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی،اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔(معارف القرآن)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

قرآن شریف میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ٦)

یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو،اوراس کے نزدیک وسیلہ چاہا کرو،اوراس کی راہ میں جہاد کیا کرو،تاکہ تم خلاصی پاؤ۔

اس آیت میں جو الوسیلہ کا لفظ ہے،بعض لوگ اس سے مراد وہ وسیلہ لیتے ہیں جس کو اردو میں ذریعہ کہتے ہیں،وہ اس کے معنی کرتے ہیں ''خدا کے پاس پہنچنے کا ذریعہ بناؤ'' یہاں تک کوئی حرج نہ ہوتا مگر وہ اس سے مراد وہ ذریعہ لیتے ہیں جو پیر پرستی یا قبر پرستی تک پہنچا دیتا ہے۔مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ کہنا

شیئا للہ چوں گدائے مستمند ، المدد خواہم زخواجہ نقشبند

ایسے اشعار اور ایسے کلمات کے جواز پر یہ آیت دلیل ہے کہ ہم ان بزرگان دین کو بحکم اس آیت کے وسیلہ بناتے ہیں اس لئے بعض دوستوں نے درخواست کی ہے کہ اس آیت کا اصلی مطلب بتایا جائے، آج ان کی فرمائش کی تعمیل کی جاتی ہے۔

آیت موصوفہ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے یوں کیا ہے۔

اے مسلمانان تبر سید از خداد بطلبید قرب بسوئے او وجہاد کنید در راہ او تار ستگار شوید۔

یعنی اے مسلمانو! خدا سے ڈرو، اور خدا کا قرب چاہو، اور اس کے رستے میں جہاد کرو۔

اس آیت میں جو لفظ "الوسیلہ" آیا ہے بوجہ نہ جاننے عربی زبان کے اس کے معنی سمجھنے میں ان لوگوں کو غلطی لگی ہے عربی لغت کی معتبر کتاب قاموس میں لکھا ہے۔

اَلْوَسِیْلَۃُ وَالْوَاسِلَۃُ اَلْمَنْزِلَۃُ عِنْدَ الْمَلِکَ وَالدَّرَجَۃُ وَالْقُرْبَۃُ بِتَوَسُّلٍ إِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی طَوِیْلًا عَمِلَ عَمَلًا تَقَرَّبَ إِلَیْہِ ۔

یعنی وسیلہ بادشاہ اور خدا کے پاس قرب کا نام ہے، اس لئے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین قریبا بالاتفاق یہی کہہ رہے ہیں۔

جلالین میں ہے۔ وَابْتَغُوْا إِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ مَا یُقَرِّبُکُمْ إِلَیْہِ مِنْ طَاعَتِہٖ. یعنی خدا کے پاس پہنچنے کا جو ذریعہ پیدا کرو، یعنی اس کی اطاعت کرو۔

جامع البیان میں ہے اَلْوَسِیْلَۃُ اَیْ اَلْقُرْبَۃُ بِطَاعَتِہٖ ،یعنی وسیلہ سے مراد عبادت کے ساتھ خدا کی قربت تلاش کرنا ہے۔

تفسیر خازن میں ہے۔ اَلْوَسِیْلَۃُ یَعْنِیْ اُطْلُبُوْا إِلَیْہِ الْقُرْبَ بِطَاعَتِہٖ وَالْعَمَلِ

بِمَا یرْضٰی ۔یعنی اس آیت سے مراد ہے، کہ بذریعہ عبادت اور بذریعہ نیک کاموں کے خدا کا قرب تلاش کرو

تفسیر مدارک میں ہے۔اَلْوَسِیْلَۃُ ھِیَ کُلُّ مَا یُتَوَصَّلُ بِہٖ اَیْ یُتَقَرَّبُ مِنْ قَرَابَتِہٖ .یعنی وسیلہ اس کام کو کہتے ہیں، جس کے ساتھ خدا کا قرب حاصل ہو۔

تفسیر فتح البیان میں ہے اَلْوَسِیْلَۃُ فَعِیْلَۃٌ مَنْ تَوَسَّلْتُ اِلَیْہِ اِذَا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ فَالْوَسِیْلَۃُ الْقَرَابَۃُ الَّتِیْ یَنْبَغِیْ اَنْ تَطْلُبَ وَبِہٖ قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ وَالْحَسَنُ وَمُجَاھِدٌ وَقَتَادَۃُ وَالسَّدِیُّ وَابْنُ زَیْدٍ وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَطَاءٍ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ کَثِیْرٍ قَالَ اِبْنُ کَثِیْرٍ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ وَھٰذَا الَّذِیْ قَالَہٗ ھٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّۃُ لَا خِلَافَ بَیْنَ الْمُفَسِّرِیْنَ فِیْہِ، وَالْوَسِیْلَۃُ اَیْضًا دَرَجَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ مُخْتَصَّۃٌ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ. یعنی وسیلہ خدا کی قربت کا نام ہے، حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ان معنی میں کسی مفسر کا اختلاف نہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے فَالْوَسِیْلَۃُ ھِیَ الَّتِیْ یُتَوَصَّلُ بِھَا اِلَی الْمَقْصُوْدِ فَکَانَ الْمُرَادُ طَلَبَ الْوَسِیْلَۃِ اِلَیْہِ فِیْ تَحْصِیْلِ مَرْضَاتِہٖ ذٰلِکَ بِالْعِبَادَۃِ الطَّاعَاتِ.

یعنی وسیلہ وہ ہے جو خدا کی رضا حاصل کرنے میں کام آئے ، یہ وسیلہ عبادات اور اطاعت کے ساتھ ہوتا ہے۔غرض یہ کل حوالجات مع حوالجات لغویہ اور تفسیر یہ کے اس روایت کی تفسیر پر متفق ہیں کہ اس وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں، جو خدا کے قرب کا ذریعہ ہو سکیں، یہ نہیں ،کہ تم کسی بندے کو درمیان میں لا کر دعائیں مانگو، پھر اس سے بھی گذر کر خود انہی سے مانگنے لگو، جیسا کہ مذکورہ بلا شعر میں کہا جاتا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے ”میں نہایت عاجز محتاج کی طرح حضرت نقش بند صاحب سے اللہ کے واسطے کوئی چیز مانگتا ہوں“

دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے، کہ خدا کے ان بزرگوں کو ہم وسیلہ بناتے ہیں یعنی اصل فاعل خدا ہے یہ بزرگ ہمارے اور خدا کے درمیان ہو کر ہماری عرض خدا تک پہنچاتے ہیں، مگر الفاظ ایسے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل دعا تو ان بزرگوں سے ہے، اور خدا کو ان کے پاس وسیلہ لایا جاتا ہے۔ چنانچہ شَیْئًا لِلّٰہِ کے معنی بھی یہی ہے کہ "اے بزرگ خدا کے واسطے کوئی چیز دے" یہ الفاظ صاف کہہ رہے ہیں کہ دینے والا اس بزرگ کو سمجھا گیا ہے اور ذریعہ (وسیلہ) خدا کو بنایا گیا ہے، اور یہ عمل آیت کریمہ کے صریح خلاف ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک اور وظیفہ سنیئے جو سراسر وسیلہ کے خلاف ہے، غور سے سنئے، خدا کے بندے کلمہ اسلام پڑھنے والے توحید کے قائل مسلمان یہ وظیفہ پڑھتے ہیں۔

امداد کن امداد کن، ازبندعم آزاد کن   دردین ودنیا شادکن یا شیخ عبدالقادر

یعنی میری مدد کر، میری مدد کر، غم وفکر کی قید سے مجھے آزاد کر، دین و دنیا میں مجھے خوش کر اے شیخ عبدالقادر صاحب۔

پہلے تین مصرعوں میں دنیا کی ساری حاجات مانگ لیں، کس سے؟ جس کو اخیر مصرع میں مخاطب کر کے پکارا گیا ہے، یعنی حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ سے۔ بتلاؤ یہ وسیلہ ہے یا مالک ومختار یہی معنی ہے۔ (فتاوٰی مولانا ثناءاللہ)

خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا   یہی ہے شرک یارو، اس سے بچنا

خدا فرما چکا قرآن کے اندر   میرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر

نہیں طاقت سوا میرے کسی میں   جو کام آئے تمہاری بے کسی میں

جو خود محتاج ہووے دوسرے کا   بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا

وسیلے کے ملکوتی نقصانات

شرک کی ابتدا اس مفروضے سے ہوتی ہے کہ انسان سمجھ بیٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر بھی ایسی قوت موجود ہے جو میری مشکل حل کر سکتی ہے۔ بے شمار لوگ جو دین کی سمجھ رکھنے کے باوجود شرک جیسے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ضرور موجود ہیں جو عبادت و ریاضت کی وجہ سے اس کے اتنے قریب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ اختیارات سونپ رکھے ہیں۔ اس قربت واختیار کی وجہ سے وہ کچھ باتیں اللہ تعالیٰ سے ضرور منوا لیتے ہیں۔

اس عقیدے کے مفسدات بیان کرتے ہوئے قرآن مجید بڑے ہولناک نتائج کا ذکر کرتا ہے اگر زمین وآسمان میں دو طاقتیں ہوتیں تو وہ ہنگامے برپا ہوتے کہ سارا نظام ہی دھڑام نیچے آجاتا اس پاور کلیش سے کسی صورت بھی نہیں بچا جا سکتا۔ پھر اس تنازع کی مثال اس طرح بیان فرمائی کہ ایک غلام کے دو مالک ہوں اور دونوں اپنے اپنے اختیارات استعمال کر کے غلام کو بیک وقت کسی کام کے کرنے کا حکم دیں تو سوچیئے اس غلام کا کیا حال ہوگا۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَٰنَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (الانبیاء ۲۲. پ ۱۷)

اگر زمین وآسمان میں دو خدا ہوتے تو زبردست دنگا فساد ہوا کرتا۔ مشرک جو کچھ کہتے ہیں زمین وآسمان کا بلاشرکت مالک اللہ اس سے پاک ہے۔

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝ (بنی اسرائیل ۴۲. پ ۱۵)

جس طرح یہ لوگ کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی خدا ہوتا تو وہ ضرور اس کے

عرش پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ٥(الزمر ۲۹ .پ ۲۳)

اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے ایک شخص تو وہ ہے جس کے بہت سے بدخلق آقا ہیں جو اسے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اور دوسرا وہ شخص پورا کا پورا ایک ہی آقا کا غلام ہے۔ کیا ان دونوں کا حال یکساں ہوسکتا ہے۔؟

وسیلہ کے اخلاقی، دینی اور معاشی نقصانات

بندے اور معبود کے درمیان وسیلے اور توسل کے حوالہ سے عیسائیوں کو گمراہ کرنے کے لئے پادری نے یہ ذہن دیا کہ اس کی ذات کو راضی کئے بغیر تم اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتے۔ اس عقیدے کی آڑ میں پادریوں نے بڑی بڑی جائیدادیں اور مفادات اٹھائے۔ مسلمانوں کی بدنصیبی کہ ان کے پیروں اور گدی نشینوں نے بزرگوں کے مقام واحترام کا ناجائز فائدہ اٹھاتے سینکڑوں مربعے زمین اور کروڑوں کی جائیداد بنائی۔ چند لوگوں کو چھوڑ کر اکثر گدی نشینوں نے قوم کی بہو بیٹیوں کی عزت کو پامال کیا اس طرح لوگوں کے دین ودنیا کی تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اور اس سے مذہبی حلقوں میں نا صرف مفادات اٹھانے کا ماحول پیدا ہوا بلکہ اخلاقی بے راہ روی کو فروغ مل رہا ہے۔ مزارات کے سامنے برہنہ ملنگ چکر کاٹتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت کا دھندا عام ہو رہا ہے۔ قرآن مجید نے ایسے ہی علماء اور پیروں فقیروں کو دین ودنیا کی بربادی کا سبب قرار دیا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ٥(توبہ ۳۴.پ ۱۰)

اے ایمان لانے والو، ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں اور یہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

دنیا کے مفادات اٹھانے کے ساتھ یہ لوگ دین وآخرت کی تباہی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ پوپ اور پادری کی طرح انہوں نے بھی مریدوں کی یہ تاثر دے رکھا ہے کہ پیر کی خوشی میں اللہ کی رضا مضمر ہے۔ بلکہ اکثر پیر وفقیر برملا کہتے ہیں کہ تمہیں نماز، روزے کی ضرورت نہیں تمہاری نجات کے لئے تمہارے مرشد کی خوشی کافی ہے۔

اسکے نزدیک قانون اور ضابطے کی کیا حیثیت ہوگی؟

دین کی ساری جدوجہد کا محور یہ ہے کہ انسان کے افکاروکردار کی اصلاح ہو جائے۔ تاکہ کائنات کا نظام درست اور صحیح سمت پر چلتا رہے۔ دین ہر اس فکری اور عملی رکاوٹ کو دور کرتا ہے جس سے اس کائنات کے مرکزی عنصر انسان میں خرابی واقع ہونے کا خطرہ ہو۔ اس لئے ہر آدمی کو اس کے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔

اگر دین کے حوالے سے ہی غلط فہمی انسان کے ذہن میں راسخ کردی جائے کہ تیرا خدا تیری بات کسی وسیلے کے بغیر سنتا اور نہ قبول کرتا ہے اور قیامت کے دن تجھے فلاں شخصیت بچا سکتی ہے تو از راہ انصاف فیصلہ فرمائیں کہ اس عقیدے کا حامل انسان کس کی خوشنودی اور کس کو زیادہ راضی کرنے کی کوشش کرے گا اور پھر کیا یہ اس شخص کی طرح ہی شریعت کا احترام اور اپنے کردار کی حفاظت اور نگرانی کرے گا جس طرح اپنے آپ کو براہ راست اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کا عقیدہ رکھنے والا شخص کرتا ہے ظاہر ہے یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے کیوں کہ معاشرہ میں جگہ جگہ ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں

کہ غلط اپروچ رکھنے والا شخص کتنا ظالم اور سفاک ہوتا ہے۔

قدیمی اور بین الاقوامی شرک

قرآن مجید نے شرک کے اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک ایسے سبب کا ذکر کیا ہے جو مختلف اقوام اور مذاہب میں ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ اس سبب کو شرک کی دنیا میں دائمی اور بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے براہ راست مانگنے کی بجائے کسی واسطے اور وسیلے سے دعا کرے۔ عرب شرک کی دوسری اقسام کے ساتھ اس شرک کا بھی ارتکاب کیا کرتے تھے ورنہ جب ان سے یہ سوال کیا جاتا کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا، کون آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور اس پانی سے کس نے گل و گلزار پیدا کیے، کس نے زمین پر پہاڑ نصب کیے اور چشموں کو کون جاری کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ان میں شریک کار تھا؟ تو وہ اقرار کیا کرتے تھے یہ سب کچھ اس وحدہ لاشریک ذات نے بنایا اور پیدا فرمایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشی سے ان کو کچھ اختیارات دے رکھے ہیں اور ہم ان کی عبادت نہیں کرتے ان کو محض وسیلے، قرب اور تبرک کے طور پر اپنی دعاؤں میں شریک کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید نے اس انداز کو شرک اور اللہ کی عبادت کے متبادل قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اپنے عقیدے میں نہایت ہی جھوٹے ہیں اور قیامت کے روز ٹھیک ٹھیک ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کو کبھی اللہ کی طرف سے ہدایت حاصل نہیں ہوا کرتی۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ

كُفَّارٌ ٥ (الزمر ۳. پ ۲۳)

وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور اپنے اس فعل کی توجیہہ کرتے ہیں) کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں، اللہ یقیناً ان کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایات نہیں دیتا جو جھوٹا اور سچائی کا انکار کرنے والا ہو۔

اس عقیدے کی کوئی دلیل نہیں!

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَ کُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ کِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنٰتٍ مِّنْهُ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ٥ (فاطر ۴۰. پ ۲۲)

آپ فرمایئے کیا تم نے دیکھے ہیں اپنے شریک جنہیں تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے بھی تو دکھاؤ زمین کا وہ گوشہ جو انہوں نے بنایا ہے۔ یا ان کی کوئی شراکت ہو آسمانوں کی (تخلیق) میں یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہو اور وہ اس کے روشن دلائل پر عمل پیرا ہوں (کچھ بھی نہیں) بلکہ یہ ظالم محض ایک دوسرے کے ساتھ جھوٹے (دلفریب) وعدے کرتے رہتے ہیں (پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ (الحقاف ۴. پ ۲۶)

فرمایئے (اے کفار) کبھی تم نے (غور سے) دیکھا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا (خدا سمجھ)

کر پکارتے ہو (بھلا) مجھے بھی تو دکھاؤ جو پیدا کیا ہے انہوں نے زمین سے یا ان کا آسمانوں (کی تخلیق) میں کچھ حصہ ہے۔ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے اتری ہو یا کوئی دوسرا علمی ثبوت اگر تم سچے ہو۔ (پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ. (المؤمنون ۱۱۷. پ ۱۸)

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے، جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

مرحوم و مدفون نہیں سنتے

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَن يَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ٥ (فاطر ۲۲. پ ۲۲)

اور نہ ایک جیسے ہیں زندے اور مردے بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے جسکو چاہتا ہے اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں۔ (ضیاء القرآن۔ پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ. وَمَا اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ (نمل ۸۰، ۸۱. پ ۱۸)

تم مردوں کو نہیں سنا سکتے نہ ان بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہیں ہوں اور نہ اندھوں کو راستہ بتا کر بھٹکنے سے بچا سکتے ہو تم تو اپنی بات انہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور پھر فرمانبردار بن جاتے ہیں۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ ٥ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا

بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَo(احقاف ۵،۶. پ ۲۶)

آخراس شخص سے زیادہ کون بہکا ہوا انسان اور کون ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ اس سے بھی بے خبر ہیں کہ پکارنے والے ان کو پکار رہے ہیں۔اور جب تمام انسان جمع کئے جائیں گے اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔

قبروں کی عبادت نہیں زیارت

قرآن مجید کے احکامات وارشادات کی روشنی میں یہ مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ صاحب قبر کو میری تیرے سامنے اور تیری رب کے حضور کہہ کر وسیلہ بنایا جائے یا براہ راست اس سے مانگنا مطلقاً حرام ہے۔ کیونکہ بندہ کتنا ہی عالی مقام کیوں نہ ہو وہ نسل اور جنس کے اعتبار سے ہماری طرح کے انسان ہیں۔ زندہ ہوں یا مدفون ہر حال میں اللہ ذوالجلال کے سامنے بے بس اور بے اختیار ہی ہوا کرتا ہے۔ نبی اکرمؐ جب دنیائے فانی سے حیات جاوداں کے راستے پر گامزن ہو رہے تھے تو آپؐ نے یہود ونصاریٰ پر پھٹکار کی کہ انہوں نے احترام واکرام سے آگے بڑھ کر انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ آپؐ دعا کرتے ہیں کہ ''اے بار الٰہی میری قبر کو شرک وخرافات سے محفوظ رکھنا۔ اسلام نے قبروں کی زیارت کی اجازت دی ہے، انہیں تجارت اور عبادت گاہ بنانے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ (بخاری)

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ

(بخاری،باب الصلوة)

یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے انبیاءؑ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اللہ نے کسی کو اختیارات تفویض نہیں کئے

شرک کی ابتدا اس مفروضے سے ہوا کرتی ہے کہ جب انسان سمجھ بیٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر بھی ایسی قوت موجود ہے جو میری مشکل حل کر سکتی ہے یا اللہ تعالیٰ کو منوا سکتی ہے دین کی سمجھ رکھنے کے باوجود جو شرک جیسے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ اللہ نے کچھ اختیارات بزرگوں کو سونپ رکھے ہیں۔ اس شرکت واختیارات کی وجہ سے وہ کچھ باتیں اللہ تعالیٰ سے ضرور منوا لیتے ہیں۔ جبکہ اس بات کی حیثیت اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں ذرہ برابر بھی اختیارات نہیں ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا٥ (بنی اسرائیل ۵۶. پ ۱۵)

(انہیں) کہیے اب بلاؤ ان کو جنہیں تم گمان کیا کرتے تھے (کہ یہ خدا ہیں) اللہ کے سوا وہ تو قدرت نہیں رکھتے کہ تکلیف دور کر سکیں تم سے اور نہ ہی وہ (اسے) بدل سکتے ہیں۔ (پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا٥ (الفرقان ۳. پ ۱۸)

لوگوں نے اسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لئے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں جو خود اپنے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے جو نہ مار سکتے ہیں نہ زندہ کر سکتے ہیں نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ٥ (سبا ۲۲. پ ۲۲)

آپ فرمائیے (اے مشرکو) تم پکار دیکھو، جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود خیال کرتے ہو۔ یہ تو ذرہ برابر کے بھی مالک نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ان کا زمین آسمان میں کچھ حصہ ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا ان میں سے کوئی مددگار ہے۔ (پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ (فاطر ۱۳ ۔ پ ۲۲)

یہ ہے اللہ جو تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہی ہے۔ اور وہ (بت) جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا وہ تو گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ (پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (پ ۲۳ ۔ یسین ۸۳)

پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اختیار ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الملک ۱ ۔ پ ۲۹)

نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

وسیلہ کیا ہے؟

1- مقام محمود، جنت میں اعلیٰ مقام

2- اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسمائے پاک

3- نبی اکرمؐ کی محبت اور اطاعت

4- نیک اعمال

آپ ﷺ کی وہ دعائیں جو شرفِ بازیابی نہ پاسکیں

اللہ تعالیٰ کی ذات کبریاء کے بعد پوری کائنات میں سرور کائنات کا مقام اور مرتبہ ہے آپکو وہ شرف اور مقام حاصل ہوا جو دنیا اور آخرت میں کسی کے نصیب میں نہیں آیا۔ اس کے باوجود آپکی بھی چند دعائیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف بازیابی نہیں بخشا۔ امت کو شرک کی غلاظت سے بچانے کے لئے ان کا تذکرہ قرآن مجید میں ضروری سمجھا گیا۔ عبداللہ بن ابی ظاہراً مسلمان ہونے کی وجہ سے نا صرف آپؐ کے پیچھے نماز ادا کرتا بلکہ کئی مرتبہ اٹھ کر لوگوں کے سامنے آپؐ کی تعریف اور حمایت کرتا۔ لیکن دل میں آپکی ذات اقدس اور مسلمانوں کا بھی خواہ نہ تھا۔ جب یہ فوت ہوا تو ظاہری اسلام پھر اس کے نیک بیٹے نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ بنفس نفیس اس کا جنازہ ادا فرمائیں۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر یہ درخواست کی کہ اے اللہ کے نبیؐ یہ منافق ہے اس لئے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اس کے باوجود آپؐ نے نہ صرف جنازہ ادا فرمایا بلکہ اپنی قمیص اس کے کفن پر رکھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں ایک کی بجائے کئی بار اس کے لئے اللہ کے حضور معافی طلب کروں گا۔ اس کوشش اور دعا کے باوجود قرآن مجید میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝ (التوبة ۸۰)

اے نبی، تم خواہ ایسے لوگوں کے لئے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو اگر تم ستر مرتبہ بھی انہیں معاف کردینے کی درخواست کروگے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کریگا۔ اس لئے

کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نجات نہیں دکھاتا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (التوبۃ ۸۴۔ پ ۱۰)

اور نہ پڑھئے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے۔ (ضیاء القرآن، مولانا پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے پابند نہیں

غزوہ تبوک میں تین مخلص مسلمان اور بہت سے منافق شریک نہ ہوئے۔ مخلصین نے آپ کے سامنے سچ سچ بیان کیا کہ ہم سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے جس پر آپؐ نے ان سے بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ جبکہ منافقین نے غلط بہانے اور جھوٹی قسمیں اٹھائیں تاکہ آپ ان پر راضی ہو جائیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○ (توبہ ۹۶۔ پ ۱۱)

یہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ حالانکہ اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ہرگز ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔

جنابِ ابوطالب کی وفات کے وقت

جناب ابوطالب نبی اکرمؐ کے نہایت ہی مہربان اور محسن چچا ہیں۔ بدترین حالات میں بھی انہوں نے نبی اکرمؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آپؐ کی دعائیں اور کوشش یہ تھی کہ کسی

طرح میرے چچا حلقۂ اسلام میں داخل ہو جائیں لیکن وہ کلمۂ طیبہ پڑھنے سے محروم رہے۔ کہ لوگ مجھے اپنے بزرگوں کے دین سے منحرف قرار دیں گے۔ جبکہ بارہا دفعہ برملا کہہ چکے تھے میرے بھتیجے کا دین سچا ہے۔ اس کے باوجود میں اپنے آباؤ اجداد کے عقیدے کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حتیٰ کہ موت کا وقت قریب آن پہنچا۔ نبی اکرم کو معلوم ہوا کہ میرے چچا زندگی کے آخری سانس لے رہے ہیں تو آپؐ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ گھر میں داخل ہوئے تو مکہ کے بڑے بڑے سردار ان کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ ان کے سرہانے تشریف فرما ہو کر عرض کرتے ہیں۔ اے میرے مہربان چچا آپ اس وقت ہی لا الہ إلا اللہ پڑھ لیں تاکہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کر سکوں۔ قریب تھا جناب ابو طالب مسلمان ہو جاتے۔ ابو جہل اور دوسروں نے غیرت دلائی کہ کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ چنانچہ اس حالت میں ان کی موت واقع ہوگئی۔

دین اسلام سے محرومی اور محسن چچا کی موت کا اللہ کے نبیؐ پر بہت اثر ہوا۔ آپؐ روتے ہوئے ان کے گھر سے نکلے اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبِ الْوَفَاةُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ اَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِیْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَقَالَ اَیْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَکَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ اُمَيَّةَ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيْدُ اَنَّهُ بِتِلْکَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا

اللّٰہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَا لَمْ انہُ عَنْکَ. فَاَنْزَلَ اللّٰہُ "مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ" اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ "اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ" (بخاری، کتاب المغازی)

کسی نبی کے لئے یہ اجازت نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے دعا مغفرت کرے۔(توبہ ۱۱۳۔پ ۱۱)

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، کیونکہ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے۔(القصص ۵۶۔پ ۲۰)

آپ ﷺ کی بددعا

رعل، ذکوان، عصیہ، بنولحیان کے لوگوں نے آ کر مطالبہ کیا کہ ہمارے علاقہ کے لوگ آپ کے دین سے متاثر ہو رہے ہیں لہذا آپؐ مہربانی فرما کر مبلغین کی جماعت دیجئے تا کہ وہ وہاں رہ کر مختلف قبائل کو حلقۂ اسلام میں داخل کر سکیں۔آپؐ نے 70 مبلغ اس علاقے میں بھیج دیئے۔انہوں نے ایک منصوبے کے تحت مبلغین اسلام کو شہید کر دیا صرف ایک بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔جب انکو شہید کیا جا رہا تھا تو ان کے جذبات یہ تھے۔

بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اِنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا. (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع)

ہماری قوم کو یہ پیغام دیجئے کہ ہمیں اپنے رب کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اپنے رب کی رضا پر خوش ہیں۔

اس اندوہناک سانحہ پر آپؐ اور مسلمانوں کو جو صدمہ پہنچا اس کا تصور نہیں کیا جا

سکتا۔ آپ ؐ ایک مہینہ تک مسلسل صبح کی فرض نماز میں بددعا کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ ٥ (آل عمران ۱۲۸ . پ ۴)

نہیں ہے آپ کا اس معاملے میں کوئی دخل چاہے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو انہیں عذاب دے پس بے شک وہ ظالم ہیں۔ (پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

دین ودانش کے فیصلے

انسان کے جذبات وخیالات سے ہر لحہ آگاہی رکھنے والا خالق اپنی رحمتوں اور قربتوں کا یقین دلانے والا مالک عطاؤں اور عنایات سے جھولیاں بھر دینے والا اللہ بار بار اس بات کی تعلیم اور یقین دہانی کروا رہا ہے کہ مجھ سے کسی شخصیت کے واسطے، وسیلے، طفیل اور انکی حرمت کے صدقے سے سوال نہ کیا جائے۔ یہ طریقہ مجھے ناپسند ہی نہیں بلکہ میرے ساتھ شرک کے مترادف ہے۔ میں اس کو توہین اور اپنے سے غداری سمجھتا ہوں مجھ سے سوال کرتے وقت کسی وسیلے اور کسی طریقے کی ضرورت نہیں سوائے جسکی میں نے اجازت مرحمت فرمارکھی ہے۔ اس وضاحت کے باوجود کوئی پڑھا لکھا یا ان پڑھ اس گستاخانہ طریقے سے باز نہیں آتا اور وہ اس من ساختہ انداز پر اصرار اور دوسروں کو اس طریقے کی تبلیغ کرتا ہے تو اس کے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لینا چاہئے کہ وہ اپنے آقا وخالق کے ساتھ کس قدر زیادتی کئے ہوئے ہیں جسکی دنیا اور آخرت میں یہ سزا ہوگی۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ٥ (النساء ۱۱۶)

جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلَّآ اِنٰثًا وَإِنْ يَّدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا٥(النساء ١١٧)

وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو معبود بناتے ہیں وہ اس باغی شیطان کو معبود بناتے ہیں۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا٥(النساء ١١٨)

جس کو اللہ نے لعنت زدہ کیا ہے (وہ اس شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں) جس نے اللہ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا۔

قیامت کے دن ایک دوسرے پر پھٹکار کریں گے

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا٥ وَقَالُوْا رَبَّنَآ إِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ٥رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا٥ (الاحزاب ٦٦ تا ٦٨ ۔ پ ٢٢)

جس روز ان کے چہرے آگ پر الٹ پلٹ کئے جائیں گے اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ اے اللہ ان کو ہم سے دوگنا زیادہ عذاب دے اور ان پر لعنت فرما۔

عظیم ترین وسیلہ اختیار کیجئے

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف ۱۸۰ پ ۸)

اللہ تعالیٰ کے نہایت ہی خوبصورت نام ہیں انہی ناموں سے دعا کیا کرو۔

سمع واطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ بندۂ مسلم اللہ تعالیٰ کے حضور وہی واسطہ اور وسیلہ پیش کرے جس کی ذات کبریا نے اجازت دے رکھی ہے۔ ایک احمق ترین شخص بھی جان بوجھ کر یہ حرکت نہیں کرسکتا کہ جس سے وہ کچھ مانگنا چاہتا ہے وہ اس کے سامنے ایسا طریقہ اختیار کرے کہ جس سے دینے والا عطا کرنا تو درکنار الٹا ناراض ہو جائے۔ دانشمندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کے اسمائے مبارکہ اور صفات مقدسہ کو وسیلہ بنایا جائے۔ یہی سرور دو عالم کی تعلیم ہے۔

آپ ؐ نے ایک آدمی کو سنا، وہ دعا کر رہا تھا، یا ذا الجلال والاکرام تو آپ ؐ نے فرمایا، تو مانگ تیری دعا قبول ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ؐ نے ایک آدمی کو یہ دعا کرتے سنا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ . (ترمذی، کتاب الدعوات)

یا اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق اور مستحق نہیں، تو اکیلا اور بے نیاز ہے۔ نہ آپ کو کسی نے پیدا کیا اور نہ ہی آپ نے کسی کو جنم دیا۔ تیرا کوئی ہمسر نہیں میں تیری ذات اور صفات کے واسطے سے دعا کرتا ہوں۔

آپ ؐ نے فرمایا اس آدمی نے اللہ کا بہت بڑا نام لے کر دعا کی ہے اور اس طرح جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

نبی اکرم ﷺ بھی اس طرح دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْئَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذِهَابَ هَمِّیْ وَغَمِّیْ (مسند احمد)

اے اللہ میں آپ کے ہر نام سے جسے آپ نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور اپنی کتاب میں نازل کیا۔ یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ قرآن پاک کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میری پریشانیوں کا مداوا اور غموں کا تریاق بنا دے۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں قرآن پاک حفظ کرنا چاہتا ہوں لیکن بار بار بھول جاتا ہوں تو آپ ﷺ نے حفظ قرآن کے لئے جو دعا سکھلائی اس میں اس طرح اللہ تعالیٰ کے اسمائے عظمٰی کو وسیلہ اور واسطہ بنایا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تَرَامُ اَسْئَلُکَ یَا اَللّٰهُ یَارَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْهِکَ .(ترمذی کتاب الدعوات)

اے زمین و آسمان، جلالت و جبروت اور ایسی عزت و اکرام کے مالک جس تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اے مہربان اللہ میں تیرے جلال اور تیرے حسین و جمیل چہرے کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔

محبوب ترین وسیلہ

قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران ۳۱. پ ۳)

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

اس ارشاد ربانی میں یہ بات بالکل واضح کر دی گئی ہے کہ اگر تم میری محبت کے خواہاں اور میرے کرم کے طلبگار رہو تو اس کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ اور وسیلہ ہے کہ تم نبی آخرالزمان اور سرورِ دو جہاں کی سمع واطاعت کرتے چلے جاؤ۔ اس کے بغیر میرے قرب کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر تم حقیقتاً سچے دل کے ساتھ میری قربتیں، رحمتیں، شفقتیں اور محبت چاہتے ہو تو سب سے بڑا وسیلہ میرے محبوب کی وفا اور اس کی غلامی میں پنہاں ہے۔ یاد رہے پہلی امتوں نے اپنے اپنے رسول کا طریقہ چھوڑ کر ادھر ادھر کے طریقے، راستے اور شخصیات کو اختیار کیا۔ جن کی وجہ سے نا صرف گمراہ ہوئے بلکہ اللہ کے غضب کے لائق ٹھہرے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○ (احزاب ۷۱. پ ۲۲)

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی یقیناً وہ بڑا کامیاب ہوگا۔

نیک اعمال کا وسیلہ

اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور رسول معظم کے طریقے کے مطابق کئے ہوئے اعمال کو مشکل اور مصیبت کے وقت آدمی بارگاہ ایزدی میں وسیلے کے طور پر پیش کر سکتا ہے۔

کیونکہ نبی اکرمؐ نے ماضی کے حوالے سے تین آدمیوں کا واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ صحابہؓ کے سامنے بیان فرمایا ہوا یہ کہ یہ تین مسافر ایک خوفناک طوفان سے بچنے کے لئے غار میں پناہ گزین ہوئے۔ لڑھکتی ہوئی چٹان غار کے دروازے کو بند کر دیتی ہے۔ نکلنے کا راستہ نہ پا کر وہاں باہم مشورے سے یہ فیصلہ طے ہوا کہ زندگی میں کئے ہوئے اعمال میں سے اللہ کی بارگاہ میں کوئی ایک نیکی کا واسطہ دیا جائے۔ ایک نے دعا کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ ایک دن میں بکریاں چراتے ہوئے رات گئے گھر آیا۔ جب میں نے بکریوں کا دودھ دھویا تو میرے بوڑھے والدین اس وقت سو چکے تھے میں نے والدین کے آرام کی خاطر انہیں جگانا صحیح نہ سمجھا جب کہ میرے بچے میرے سامنے بھوک کی وجہ سے چلا رہے تھے۔ میں میرے بچے بھوک سے رات روتے روتے اسی طرح ہی سو گئے۔ اے مالک الملک! اگر یہ نیکی آپ کی بارگاہ میں قبول ہو چکی ہے تو ہمیں اس مشکل سے نجات عطا فرما۔ پتھر تھوڑا سا سرک جاتا ہے۔

دوسرے نے عرض کیا میری چچا زاد بہن انتہائی پریشانی کی حالت میں میرے پاس سائلہ کی حیثیت سے آئی۔ میں نے برے خیالات کا اظہار کیا۔ اس نے مجھے سمجھایا۔ میں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا۔ بالآخر حالات سے مجبور ہو کر اس نے سپردگی ظاہر کی۔ جب میں بے حیائی کا ارتکاب کرنے لگا۔ اس نے روتے ہوئے مجھے کہا کہ میں بچوں کی جان بچانے کی خاطر مجبور ہو چکی ہوں۔

آپ کو اللہ سے ڈرنا چاہئے۔اے اللہ! واقعتاً تیرا ڈر میرے دل میں اترتا چلا گیا اور میں نے کپڑے پہن لئے۔اگر میرا عمل تجھے منظور ہے تو ہمارے لئے راستہ کھول دیجئے۔پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا۔لیکن ابھی نکل نہیں سکتے تھے۔اب تیسرے نے دعا مانگتے ہوئے اس طرح اپنا نیک عمل پیش کیا۔الٰہی تو جانتا ہے کہ میرے پاس ایک ملازم تھا وہ اپنی مزدوری چھوڑتے ہوئے ناراض ہو کر چلا گیا۔میں نے اس معمولی مال کو اپنے مال میں شامل کیا۔جو وقت کے ساتھ بڑھتا رہا۔مدت کے بعد وہ غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر میرے پاس آ کر اسی تنخواہ کا مطالبہ کرنے لگا۔میں نے اسے کہا کہ یہ ساری بھیڑ بکریاں تیری ہیں۔وہ یقین نہیں کر رہا تھا۔بالآخر وہ مال لے کر اپنے گھر لوٹتا ہے اے خالقِ دو جہاں اگر یہ نیکی تو نے قبول فرمائی ہے تو ہمیں موت کے منہ سے نکال دے۔آپؐ فرماتے ہیں اب تیزی کے ساتھ پتھر پیچھے ہٹا اور تینوں مسافر اپنی راہ لیتے ہیں۔اس طرح اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے نجات پاتے ہیں۔یہی شریعت کا نقطہ نظر ہے کہ آدمی نیک اعمال کے ذریعے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگا۔(مشکوۃ باب البر و الصلۃ)

انبیاء کا طریقۂ دعا

انبیاء کرام کی مقدس جماعت کسی وسیلے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے انحراف اور شرک گردانتی تھی۔ اس لئے قرآن حکیم نے انسانی حاجات کے حوالے سے انبیائے گرامی کے واقعات بیان فرماتے ہوئے دوٹوک انداز میں اس کی تشریح کی ہے کہ کسی پیغمبر اور نبی نے اللہ کے حضور مانگتے ہوئے اپنے سے پہلے یا بعد میں آنے والی کسی شخصیت کے صدقے، واسطے، حرمت اور وسیلے سے دعا نہیں کی۔

انسان کی حاجات اور بڑی بڑی مشکلات اس طرح ہیں اور قرآن مجید ان کو انبیاء کرامؑ کے حوالے سے بڑی تفصیل سے ذکر کرتا ہے۔

1 ہدایت و رہنمائی
2 گناہوں کی معافی
3 صحت و تندرستی
4 نیک اور ہونہار اولاد کی تمنا
5 اسباب و وسائل اور رزق کی کشادگی کی آرزو
6 دنیا و آخرت میں عزت و عظمت
7 دشمن پر غلبہ اور ہر قسم کی کامیابی و کامرانی
8 بیماری سے شفا اور مشکلات سے نجات
9 دنیا و آخرت کی نعمتوں کے حصول کی تمنا
10 انجامِ خیر

اب ان مسائل اور مصائب کے تناظر میں انبیاء کرامؑ کی دعاؤں اور مناجات کو مشکلات سے چھٹکارہ اور حاجات کی بجا آوری کے حوالے سے واضح ذہن اور تعصب کے بغیر پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔

حضرت آدمؑ کی بے تابیاں

جناب آدمؑ کو مسجود ملائکہ کے شرف اور علم وفضل سے سرفراز کرتے ہوئے انہیں اوران کی زوجۂ مکرمہ حضرت حواؑ کو جنت معلٰی میں رہنے کا اعزاز بخشا تو انہیں یہ حکم فرمایا تم جہاں چاہو اور جو کچھ تمہاری طبع چاہے کھا سکتے ہو سوائے اس درخت کے کہ اسکے قریب جانے کی تمہیں اجازت نہیں ہے۔اس کے باوجود انہوں نے اس ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔کھاتے ہی ان دونوں کا لباس اتر جاتا ہے جب وہ برہنہ ہوگئے تو اپنی پردہ پوشی کے لئے درختوں کے پتے استعمال کرر ہے تھے۔اس نازک اور مشکل ترین موقع پر انہوں نے رب کی بارگاہ میں کسی فرشتے یا شخصیت کا واسطہ نہیں دیا۔لیکن نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ آج کا واعظ بڑی سینہ زوری سے یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت آدمؑ نے سرورِ دو عالمؐ کا واسطہ دیا تھا۔اور آپؐ کی طفیل ان کی توبہ قبول ہوئی۔کتنی ہی بے انصافی کی بات ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کی جزئیات تک بیان فرماتے ہوئے ان کے ننگا ہو جانے تک کا ذکر کیا ہے خاکم بدہن کیا اللہ تعالیٰ نے اصل بات کو چھپالیا۔یہ ایسی من گھڑت بات ہے جس کی قرآن مجید اور احادیث کی دستاویزات میں کوئی ثبوت نہیں ملتا یہ بالواسطہ اللہ تعالیٰ پر الزام ہے۔(الاعراف ۱۱ تا ۲۳۔پ ۸)

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ٥ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ٥ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ

عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ
وَاَقُلْ لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ
تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ
وَّلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا
تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝ (اعراف ۱۹ تا ۲۵۔ پ ۸)

اور اے آدم رہو تم اور تمہاری بیوی جنت میں اور کھاؤ جہاں سے چاہو اور مت نزدیک جانا اس (خاص) درخت کے ورنہ تم دونوں ہو جاؤ گے اپنا نقصان کرنے والوں سے۔ پھر وسوسہ ڈالا ان کے (دلوں) میں شیطان نے تاکہ بے پردہ کر دے ان کے لئے جو ڈھانپا گیا تھا ان کی شرمگاہوں سے اور (انہیں) کہا کہ نہیں منع کیا تھا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے کہ کہیں نہ بن جاؤ تم دونوں فرشتے یا کہیں نہ ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والوں سے۔ اور قسم اٹھائی ان کے سامنے کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ پس شیطان نے نیچے گرا دیا ان کو دھوکہ سے پھر جب دونوں نے چکھ لیا درخت سے تو ظاہر ہو گئیں ان پر ان کی شرمگاہیں اور چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے اور ندا دی انہیں ان کے رب نے کیا نہیں منع کیا تھا میں نے تمہیں اس درخت سے اور کیا نہ فرمایا تھا تمہیں کہ بلاشبہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ دونوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار! ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشش فرمائے تو ہمارے لئے اور نہ رحم فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانہ ہے۔ اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک (نیز) فرمایا اس زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے تم اٹھائے جاؤ گے۔ (ضیاء القرآن۔ پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

حضرت نوحؑ کا اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ سے نصرت وحمایت مانگنا

سیدنا حضرت نوحؑ مسلسل ساڑھے نو سو سال قوم کے کردار وافکار کی اصلاح کے لئے بڑی جان فشانی کے ساتھ جدوجہد فرماتے رہے۔قوم نا صرف جرائم میں آگے بڑھتی چلی گئی بلکہ انہوں نے کئی بار وقت کے پیغمبر حضرت نوحؑ کو اذیت ناک تکالیف اور دکھ پہنچائے۔اور پھر جناب نوحؑ کو پتھر مار مار کر ختم کر دینے کا اعلان کیا۔تب جا کر حضرت نوحؑ ان کے خلاف بددعا کرتے۔اس بے چارگی اور درماندگی کے عالم میں بھی انہوں نے اپنے سے پہلے فوت ہونے والے انبیاء کرام حتیٰ کہ اپنے جد امجد حضرت آدمؑ اور کسی فرشتے کو بھی اپنی دعاؤں میں صدقہ وطفیل اور حرمت کے طور پر پیش نہیں کیا۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ o قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ o فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ o (الشعراء ۱۱۶ تا ۱۱۸ ۔پ ۱۹)

انہوں نے کہا اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو پھٹکارے ہوئے لوگوں میں شامل ہو کر رہے گا۔نوح نے دعا کی اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے اب میرے اور ان کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے

فَدَعَا رَبَّهٗ أَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ o فَفَتَحْنَآ أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ o وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلٰٓى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ o وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ o تَجْرِيْ بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ o وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ o (القمر ۱۰ تا ۱۵ ۔پ ۲۷)

آخر کار آپ نے دعا مانگی اپنے رب سے کہ میں عاجز آ گیا ہوں پس تو (ان سے) بدلہ

لے ۔ پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ ۔ اور جاری کر دیا ہم نے زمین سے چشموں کو پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد کے لئے جو پہلے مقرر ہو چکا تھا۔ ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر۔ وہ بہتی جا رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے ۔ (یہ طوفان) بدلہ تھا اس (نبی) کا جسکا انکار کیا گیا تھا۔ ہم نے باقی رکھا اس (قصہ) کو بطور نشانی پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ (نوح ۲۵. پ ۲۹)

اپنی خطاؤں کے باعث انہیں غرق کر دیا گیا۔ پھر انہیں آگ میں ڈال دیا گیا۔ پھر انہوں نے اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی مدد گار نہ پایا۔ (ضیاء القرآن ۔ پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت جبرائیلؑ کو بھی وسیلہ نہیں بنایا

حضرت ابراہیمؑ اپنے والد گرامی اپنی قوم اور وقت کے حکمران کو مدت مدید تک سمجھاتے رہے لیکن تینوں نے آپ کی بات ماننے کی بجائے بلا اتفاق زندہ جلا دینے کا فیصلہ کیا۔ جب ابراہیمؑ کو میلوں پھیلی ہوئی آگ کے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا باپ اور پبلک تماشائی، انتظامیہ انتہائی چوکس زبردست پہرے میں اس مجرم توحید کو لایا گیا۔ لوگ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ کون ہے ابراہیم؟ مارو، قتل کر دو اور اسے فوراً آگ میں جھونک دو کے نعرے لگائے جا رہے ہیں ۔ مجمع میں انتہائی اشتعال اور پرلے درجے کی نفرت پائی جا رہی ہے ۔ لوگ جناب ابراہیمؑ کو ایک قومی مجرم کے طور پر دیکھ رہے ہیں ۔ لیکن اس مرد جلیل کی پیشانی پر ذرہ برابر بھی رنج و ملال نہیں ہے ۔ آزمائش کے آخری لمحے حضرت جبرائیل امینؑ آپ کے سامنے جلوہ گر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ جناب خلیل خدمت کے لئے حاضر ہوں ۔ حکم

فرمایئے!! تو حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے تو ٹھیک ورنہ مجھے اسی ذات کبریا پر اعتماد اور بھروسا ہے۔ ذرا سوچئے کہ حضرت ابراہیمؑ اس نازک اور مشکل ترین موقع پر بھی کسی کا واسطہ، صدقے حتی کہ جبرئیل امین کو بھی اللہ کی اجازت کے بغیر وسیلہ بنانے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں تب جا کر حکم ہوا تھا۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ٥ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ٥ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ٥ (انبیاء ۶۸ تا ۷۰۔ پ ۱۷)

انہوں نے کہا جلا ڈالو اس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔ ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراھیم پر وہ چاہتے تھے کہ ابراہیم کو نقصان پہنچائیں۔ مگر ہم نے ان کو بری طرح ناکام کر دیا۔

حضرت یعقوبؑ کی آہ زاریاں

نبی اکرم سے سوال ہوا کہ دنیا میں سب سے معزز خاندان کون ہے تو آپ نے فرمایا۔

کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ چار نسلیں پیغمبر ہیں

اتنے بڑے خانوادہ سے تعلق رکھنے کے باوجود جناب یعقوب جب اپنے بیٹے یوسف کی طویل ترین اور اذیت ناک جدائی کا صدمہ سہہ رہے تھے اور اس سانحہ کا ان کی طبیعت پر اتنا گہرا اثر تھا کہ غم کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی بینائی رخصت ہو گئی۔ اس حال میں بھی نہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوئے اور نہ انہوں نے بیٹے کی بازیابی کے لئے رب کریم کے سامنے دعا کرتے ہوئے کسی مقدس شخصیت کو حرمت اور وسیلے کے طور پر پیش

کیا۔ جب کہ ان کے باپ حضرت اسحاقؑ پیغمبر اور دادا حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ تھے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ○ (یوسف ۸۳، ۸۴۔ پ ۱۳)

آپ نے (یہ سن کر) کہا بلکہ آراستہ کر دی ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے یہ بات (میرے لئے) اب صبر ہی زیبا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ لے آئیگا میرے پاس ان سب کو بے شک وہ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔ اور منہ پھیر لیا آپ نے ان کی طرف سے اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور سفید ہو گئیں ان کی دونوں آنکھیں غم کے باعث اور وہ اپنے غم کو ضبط کئے ہوئے تھے۔ (ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

حضرت یوسفؑ جیل کی کال کوٹھڑی میں

حضرت یوسفؑ انتہائی پاکباز اور بالکل بے گناہ ہونے کے باوجود کئی سال تک جیل کی سلاخوں میں بند کر دیئے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت اور مصر کی حکمرانی عنایت فرمائی۔ انہوں نے غم اور خوشی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے حضور جتنی دعائیں کیں کسی ایک دعا میں بھی اللہ کے علاوہ کسی ذات کی برکت اور کسی شخصیت کو وسیلے کے طور پر پیش نہیں کیا۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ○ (یوسف ۱۰۱، ۱۰۲۔ پ ۱۳)

اے میرے رب عطا فرمایا تو نے مجھے یہ ملک نیز تو نے سکھایا مجھے باتوں کے انجام کا

علم اے بنانے والے آسمانوں اور زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں۔ درآنحالیکہ میں مسلمان ہوں اور ملادے مجھے نیک بندوں کے ساتھ (اے حبیب) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔ اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ متفق ہو گئے تھے اس بات پر درآنحالیکہ وہ مکر کر رہے تھے۔ (ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

حضرت موسیٰؑ کی مجبوریاں

کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کی پیدائش ہی اس کی قوم کے لئے آزمائش بنی ہو۔ سوائے موسیٰ علیہ السلام کے ان کی ولادت کے حوالے سے ہزاروں بچے قتل کئے جا رہے تھے۔ ان حالات میں وہ اپنی والدہ کے ہاں جنم لیتے ہیں۔ حالات کی سنگینی کی وجہ سے ماں اپنے نونہال کو دریا کی لہروں کے سپرد کرتی ہے۔ جب ماں کی مامتا اپنے آپ سے باہر ہو رہی تھی تو اس نے اپنی بیٹی کو حکم دیا دریا کے کنارے چلتے ہوئے اپنے بھائی کے صندوق کو دیکھتے رہنا۔ پھر جناب موسیٰ دشمن کے ہاں جوان ہوتے ہیں۔ غیر ارادی طور پر اتفاقاً ان سے ایک آدمی قتل ہو جاتا ہے۔ وہ انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنا شہر چھوڑتے ہوئے مدین کی سرزمین پر اس حالت میں پہنچے ہیں کہ بھوک سے تلملاتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔ پھر ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بڑی بڑی آزمائشوں سے دوچار ہوا مگر کسی ایک مقام پر بھی انہوں نے اپنی دعاؤں میں کسی کو وسیلے کے طور پر پیش نہیں کیا۔

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝ (القصص ۲۴.پ۲۰)

یہ سن کر موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا، پھر ایک سائے کی جگہ جا بیٹھا اور بولا پروردگار جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کردے میں اس کا محتاج ہوں۔

(تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی)

حضرت یونسؑ کی بے قراریاں

حضرت یونسؑ قوم کی اصلاحِ احوال کے لئے مسلسل اور بے پناہ محنت کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود قوم بدکرداریوں اور بداعمالیوں میں آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بار بار عذاب کا مطالبہ کرتی ہے۔ مجبور ہو کر حضرت یونسؑ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی ہلاکت و بربادی کے لئے بددعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا کو قبول کر لیا۔ لیکن عذاب آنے میں کچھ وقت باقی ہے ان کی قوم نے اس مدت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے یونس علیہ السلام کو الزامات اور طعنوں کا نشانہ بنایا۔ وہ جس گلی کوچے میں داخل ہوتے ہیں لوگ ان کا مذاق اڑاتے ہیں کہ تم تو کہتے تھے کہ اللہ کا قہر نازل ہونے والا ہے۔ بتاؤ وہ قہر اب تک کیوں نازل نہیں ہوا؟ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ تم انتہائی کذاب اور پاگل انسان ہو۔ (نعوذ باللہ) جناب یونسؑ اس صورت حال سے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ہی اپنا گھر چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں دریا عبور کرنے کے لئے جب ایک بیڑے پر سوار ہوئے تو بیڑہ دریا کے وسط میں آ کر ہچکولے کھانے لگا۔ اس علاقے کی روایت کے مطابق بادبان کہنے لگا کہ کسی طوفان کے بغیر بیڑے کی حالت ایسی ہو جائے تو میرا مشاہدہ اور تجربہ یہ ہے کہ کشتی میں کوئی ایسا شخص ضرور بیٹھا ہوتا ہے جو اپنے آقا سے روٹھا ہوا ہو۔ اس صورتحال میں حضرت یونس علیہ السلام کو احساس ہوا آج میں ہی اس بیڑے میں اس

غلطی کا مرتکب ہوا ہوں کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ہجرت اختیار کی ہے۔ یاد رہے کوئی نبی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اپنی تعیناتی کے علاقے سے ہجرت نہیں کر سکتا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت آ جائے۔

جناب یونس علیہ السلام اس صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے بیڑے کو بچانے کے لئے از خود دریا میں کود پڑتے ہیں وہ ایک مچھلی کا لقمہ بنے مچھلی انہیں لے کر سمندر کی تہہ میں اتر جاتی ہے۔ وہ اس قدر بے چارگی اور بے سہارا پن کا شکار ہوئے کہ نہ پچھلوں کو خبر اور نہ جس طرف وہ جا رہے تھے ان کو کوئی علم اسقدر تنہائی اور بے سروسامانی سے دوچار ہوئے کہ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسے حالات میں گرفتار نہیں ہوا ہوگا۔ وہ مچھلی کے پیٹ میں اس کسمپرسی کے عالم میں اپنے رب کو پکارتے ہیں تو کسی وسیلے، واسطے اور صدقے کے طور پر کسی شخصیت کو پیش کرنے کا تصور بھی نہیں کرتے۔ یہ واقعہ اس نظریئے کا ترجمان اور اس عقیدے کا علمبردار ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کی مدد کرنا چاہے تو وہ وسائل اور وسیلوں کا طلب گار اور محتاج نہیں ہے۔

جو شخص نیک نیتی کے ساتھ وسیلے کے معنی کو سمجھنا چاہتا ہے اس سے زیادہ کون سے واقعات سے اس کی رہنمائی مل سکتی ہے۔ اب اس واقع کو قرآن مجید سے تلاوت کیجئے۔

إِذْ اَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ٥ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ٥ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ٥ فَلَوْلَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ٥ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ٥ (الصفت ۱۴۰ تا ۱۴۴. پ ۲۳)

جب وہ بھاگ کر گئے تھے بھری ہوئی کشتی کی طرف (سوار ہونے کے لئے) پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوئے اور دھکیلے ہوؤں میں سے ہو گئے۔ پس نگل لیا ان کو موت

نے درآنحالیکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔پس اگر وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے والوں سے نہ ہوتے تو پڑے رہتے مچھلی کے پیٹ میں قیامت کے دن تک۔

(ضیاءالقرآن،پیرکرم شاہ الازہری بریلوی)

وَذَالنُّوْنِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ. (انبیاء۸۷، ۸۸.پ۱۷)

اور مچھلی والے کو بھی ہم نے نوازا۔یاد کرو جبکہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہیں کریں گے۔آخر اس نے تاریکیوں میں سے پکارا۔نہیں ہے کوئی خدا مگر تو پاک ہے تیری ذات ، بے شک میں نے قصور کیا۔تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی ،اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔

دنیا کے سب سے بڑے حکمران حضرت سلیمانؑ کا طریقۂ دعا

حضرت داؤدؑ اپنے دور کے نبی ان کے ہاں حضرت سلیمان ولادت پاتے ہیں۔ جب سلیمانؑ عالم شباب کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی نبوت کے خلعت سے سرفراز فرمایا۔اور منصب نبوت کے ساتھ ہی وہ اپنے دور کے حکمران بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اقتدار اور اختیار کی دعا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں یا مالک الملک مجھے ایسا اقتدار نصیب فرما کہ قیامت تک کسی شخص کو ایسی حکمرانی حاصل نہ ہو سکے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ذات کبریا کے ساتھ ان نعمتوں میں کسی کو خدا کا شریک اور سہیم نہیں سمجھتے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ (ص ۳۴تا۴۰.پ۲۳)

پھر وہ (ہماری طرف) متوجہ ہوئے عرض کی میرے رب! مجھے معاف فرمادے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد بے شک تو ہی بے انداز عطا کرنے والا ہے۔ پس ہم نے ہوا کو آپ کا فرمانبردار بنا دیا چلتی تھی آپ کے حسب حکم آرام سے جدھر آپ چاہتے اور سب دیو بھی ماتحت کر دیئے کوئی معمار اور کوئی غوطہ خور اور ان کے علاوہ (جو سرکش تھے) باندھ دیئے گئے زنجیروں میں۔ (اے سلیمان) یہ ہماری عطا ہے چاہے (کسی کو بخش کر) احسان کر چاہے اپنے پاس رکھ تم سے کوئی باز پرس نہ

ہوگی۔اور بے شک انہیں ہمارے ہاں بڑا قرب حاصل ہے اور خوبصورت انجام۔
(ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

حضرت ایوبؑ کی معذوریاں

ہر نبی جس طرح روحانی صلاحیتوں کے اعتبار سے منفرد ہوتا تھا ایسے ہی وہ جسمانی قوتوں کے حوالے سے اپنے زمانے کے لوگوں سے ممتاز ہوا کرتا تھا۔انبیاء ہر اعتبار سے بڑے ہی باصلاحیت اور جسمانی اعتبار سے مضبوط ہوا کرتے تھے۔انہیں کوئی ایسا عارضہ لاحق نہیں ہوتا جس میں کار نبوت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو۔صرف حضرت ایوبؑ ایسے پیغمبر ہوئے ہیں جو ایک عرصہ تک ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوئے کہ ان کے لئے چلنا پھرنا بھی مشکل ہوگیا۔اسی بیماری کے دوران جائداد ختم اور پورا خاندان ایک حادثے کی نظر ہوا۔صرف ایک بیوی کے علاوہ ان کی خدمت کرنے والا کوئی دوسرا نہ تھا۔حضرت ایوب ان صدمات اور مشکلات میں طویل عرصے تک دعائیں کرتے رہیں مگر انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں جن وانس میں کسی ایک کو بھی صدقہ اور وسیلے کے طور پر پیش نہیں کیا۔اور اسی عقیدہ توحید اور خالص مناجات کی وجہ سے اللہ نے انہیں پہلے سے بھی زیادہ عنایات سے نوازا۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ٥ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ٥ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ٥ (ص ۴۱ تا ۴۳۔پ ۲۳)

اور یاد فرمائیے ہمارے بندے ایوب کو جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو (الٰہی) پہنچائی ہے مجھے شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ (حکم ہوا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو۔

یہ نہانے کے لئے ٹھنڈا پانی ہے، اور پینے کے لئے۔ اور ہم نے عطا فرمایا انہیں ان کا اہل وعیال اوران کی مانند اوران کے ساتھ بطور رحمت اپنی جناب سے اور بطور نصیحت اہل عقل کے لئے۔ (ضیاء القرآن۔ پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

انتہائی ناتواں اور ضعیف پیغمبر کی دعاء

ہر انسان اپنے سلسلۂ نسب کی بقاء چاہتا ہے آدمی کو اپنی معاونت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے نیک اور صالح اولاد کی ضرورت ہے۔

جوانی تمام تر توانائیوں کے ساتھ رخصت ہو چکی ہے۔ رفیقۂ حیات جسمانی طور پر اولاد جنم دینے سے معذور ہے۔ ان حالات کے باوجود جناب ذکریا علیہ السلام اپنے رب کی رحمتوں پر بھروسا کئے ہوئے اولاد کے لئے مسلسل دعا کئے جا رہے ہیں۔ مگر اب وہ دعا کرتے ہوئے جھجک محسوس کرتے ہیں کہ کہیں سننے والے یہ باتیں نہ بنائیں کہ یہ بوڑھا اس عمر میں بھی اولاد مانگتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور مانگتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ بے شک میں بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہوں اور میری بیوی بچہ جنم دینے کے قابل ہی نہیں۔ مگر پھر بھی میں آپ کی جناب سے مایوس نہیں ہوں۔ لہذا نیک اور صالح اولاد سے میرے گھر کے اجڑے اور ویران آنگن کو اولاد کے پھول سے سبز وشاداب فرما۔ اے الٰہی جس طرح آپ نے حضرت مریم علیہ السلام کو بے موسم پھلوں سے نوازا ہے اسی طرح بے وقت ہی سہی مجھے بھی اولاد جیسی دولت سے ہمکنار کر دے۔ دنیا کا کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے کسی وقت بھی دعا میں کسی کو واسطے کے طور پر پیش کیا ہو۔

كٓهٰيٰعٓصٓ. ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ٥ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا ٥

قَالَ رَبِّ إِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْ م بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا o وَإِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِ یْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا o يَرِثُنِیْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا o يٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا o (مریم ۱ تا ۷۔ پ ۱۶)

ذکر ہے اس رحمت کا جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ جبکہ اسے نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔ اس نے عرض کیا اے پروردگار، میری ہڈیاں تک گل گئی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ''اے پروردگار'' میں کبھی تجھ سے دعا مانگ کر نامراد نہیں رہا مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے۔ اور میری بیوی بانجھ ہے تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا کردے۔ جو میرا وارث بھی ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے اور اے پروردگار'' اسکو ایک پسندیدہ انسان بنا (جواب دیا گیا) اے ذکریا ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جسکا نام یحییٰ ہوگا ہم نے اس نام کا کوئی آدمی اس سے پہلے پیدا نہیں کیا۔ (تفہیم القرآن۔ ابوالاعلیٰ مودودی)

طاہرہ طیبہ حضرت مریم علیہ السلام نے کسی کا صدقہ قرار نہیں دیا

حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس نیت کے ساتھ نرینہ اولاد کی دعا کی کہ اے خدایا اگر مجھے بیٹا عطا کر دیا جائے تو میں اسے تیرے دین کی خدمت اور تیری عبادت کے لئے وقف کرنا چاہتی ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی بجائے حضرت مریمؑ کی صورت میں بیٹی عنایت فرمائی۔ ماں نے بیٹی کو اس کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کے حوالے کیا تو حضرت مریم علیہ السلام بیت المقدس کے ایک

حجرے میں بڑی ہو کر اللہ کی عبادت کر رہی تھیں تو اس حال میں ایک دن ان کی خدمت میں غائبانہ طور پر بے موسم پھل پیش کئے گئے جوں ہی زکریا علیہ السلام ان کے حجرے میں آئے تو بے موسم پھل دیکھ کر بڑے تعجب اور حیرت کے عالم میں سوال کرتے ہیں کہ اے مریم یہ پھل کہاں سے آن پہنچے تو حضرت مریم نے یہ عرض نہیں کیا کہ خالو آپ اللہ کے پیغمبر ہیں آپ کے قدموں کے طفیل ایسا ہوا بلکہ وہ فرمانے لگیں یہ اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں اس واقعے سے بھی یہ مسئلہ پوری طرح واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی وسیلے اور وقت کی پابند نہیں۔ وہ جس طرح چاہے جس وقت چاہے اور جسے چاہے اپنی رحمتوں سے نوازا کرتا ہے۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ (آل عمران ۳۷. پ ۳)

پھر قبول فرمایا اسے اس کے رب نے بڑی ہی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنا دیا اس کا ذکریا کو جب بھی جاتے مریم کے پاس ذکریا (اس کی) عبادت گاہ میں (تو) موجود پاتے اس کے پاس کھانے کی چیزیں (ایک بار) بولے اے مریم! کہاں سے تمہارے لئے آتا ہے یہ (رزق) مریم بولیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب۔ (ضیاء القرآن۔ پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

شفاعت اور اس کے ضابطے

روز محشر نیک لوگوں کی سفارش گناہ گاروں کے بارے میں سو فیصد برحق ہے۔حتی کہ بلوغت سے قبل فوت ہونے والے بچے اپنے مسلمان والدین کے لئے سفارش کریں گے اور ان کی سفارش کو شرف بازیابی بھی حاصل ہوگا۔شفاعت کا انکار کرنا کسی صاحب علم کے لئے ممکن نہیں مگر کچھ علما بیان کرتے ہوئے اس بات کو شعوری یا غیر شعوری طور پر بھول جاتے ہیں کہ دوسرے کے حق میں سفارش کرنے کے کچھ اصول اور ضابطے مقرر کر دئے گئے ہیں جن سے سفارش کرنے والا سرے منہ انحراف کی جرات نہیں کر سکے گا۔

غلط سفارش کی نفی کرتے ہوئے قرآن مجید نے گفتگو کا ایسا پُر جلال اور دوٹوک انداز اختیار فرمایا ہے جس میں ابہام کا دور دور تک تصور نہیں پایا جاتا۔اس نفی میں اس قدر انتباہ اور خوف کا انداز پایا جاتا ہے کہ جس کے دل میں کھوٹ اور اس کی گفتگو کے پیچھے مفاد نہیں وہ تو اس کے خلاف زبان کھولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

آئیں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے ان پر ایمانداری کے ساتھ غور کریں۔

مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖo(البقرۃ.پ۳)

کون ہے جو اسکی جناب میں شفارش کرے اسکی اجازت کے بغیر۔

یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًاo(طٰہٰ ۱۰۹.پ۱۶)

اس روز شفاعت کارگر نہ ہوگی، اِلا یہ کہ کسی کو رحمان اس کی اجازت دے اور اسکی بات سننا پسند کرے۔

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰئِکَۃُ صَفًّا لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ

وَقَالَ صَوَابًا ٥ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا٥(النبا۳۸، ۳۹. پ ۳۰)

جس دن جبریل اور ملائکہ صف بستہ کھڑے ہونگے کوئی نہ بولے گا سوائے اس کے جسے رحمان اجازت دے اور جو ٹھیک بات کہے۔وہ دن برحق ہے اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف پلٹنے کا راستہ اختیار کرے۔

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا٥ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا٥(طه ۱۰۸، ۱۰۹. پ۱۶)

اس روز سب لوگ منادی کی پکار پر سیدھے چلے آئیں گے کوئی ذرا اکڑ نہ دکھا سکے گا اور آوازیں رحمان کے آگے دب جائیں گی ایک سرسراہٹ کے سوا تم کچھ نہ سنو گے۔اس روز شفاعت کارگر نہ ہوگی اِلا یہ کہ کسی کو رحمان اسکی اجازت دے اور اسکی بات سننا پسند کرے۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ٥ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ٥وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ٥ إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ٥(پ۹. اعراف ۱۹۱ تا ۱۹۴)

کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ ان کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔جو نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی مدد ہی پر قادر ہیں۔اگر تم انہیں سیدھی راہ پر آنے کی دعوت دو تو وہ تمہارے پیچھے نہ آئیں تم خواہ انہیں پکارو یا خاموش رہو دونوں صورتوں میں تمہارے لئے یکساں ہی رہے۔تم

لوگ خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو وہ تو محض بندے ہیں جیسے تم بندے ہو۔ان سے دعائیں مانگ کر دیکھو یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر ان کے بارے میں تمہارے خیالات صحیح ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی شفاعت نامنظور

قرآن وحدیث میں صرف ایک سفارش کا استثنیٰ موجود ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت گرامی ہے۔جو محشر کے دن اپنے مشرک باپ کے لئے سفارش کریں گے۔ اس بنا پر کہ انہوں نے اپنے باپ سے سفارش کا وعدہ کر رکھا تھا۔اس کی انہیں اجازت ہوگی لیکن یہ سفارش ایک کافر اور مشرک کے بارے میں ہونے کی وجہ سے مسترد کر دی جائیگی۔حدیث پاک میں اس کی اس طرح تفصیل آئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَلْقٰی اِبْرَاهِیْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَعَلٰی وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَیَقُوْلُ لَهُ اِبْرَاهِیْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ لَا تَعْصِمُنِیْ فَیَقُوْلُ اَبُوْهُ فَالْیَوْمَ لَا اَعْصِیْکَ فَیَقُوْلُ اِبْرَاهِیْمُ یَا رَبِّ اِنَّکَ وَعَدْتَّنِیْ اَنْ لَّا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ فَاَیُّ خِزْیٍ اَخْزٰی مِنْ اَبِیْ الابعد فَیَقُوْلُ اللّٰهُ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ ثُمَّ یُقَالُ یَا اِبْرَاهِیْمُ مَا تَحْتَ رِجْلَیْکَ فَیَنْظُرُ فَاِذَا هُوَبِذِیْخٍ مُتَلَطِّخٍ فَیُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ o (بخاری، باب کتاب الانبیاء)

حضرت ابو ہریرہ ذکر کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کی محشر کے میدان میں جب اپنے باپ آزر سے ملاقات ہوگی تو اس کے منہ پر گرد وغبار اور ذلت ورسوائی نمایاں ہوگی۔یہ حالت دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام اپنے

باپ سے عرض کریں گے اے میرے والد! کیا میں آپ کو عرض نہیں کیا کرتا تھا کہ آپ میری نبوت کا انکار نہ کریں۔ ان کے والد کہیں گے آج میں ہر بات کا اقرار کرتا ہوں اب کسی چیز کا انکار نہیں ہوگا۔ جناب ابراہیم اپنے رب سے فریاد کریں گے یارب جی آپ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ میں تجھے قیامت کے دن ذلیل نہیں ہونے دوں گا۔ اے اللہ اس سے بڑھ کر میرے لئے ذلت کیا ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میں نے کفار کے لئے جنت حرام قرار دے رکھی ہے۔ پھر حکم ہوگا کہ اپنے قدموں کی طرف دیکھیئے جب ابراہیم علیہ السلام نیچے کی طرف دیکھیں گے تو ان کا باپ گندگی میں لپٹا ہوا بجو بن چکا ہوگا۔ ملائکہ اسے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دیں گے۔

ابن مریمؑ کی معذرت

حضرت مریم کے ہاں اللہ تعالیٰ نے بن باپ عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ جب عیسیٰ پیدا ہوئے تو لوگوں نے طاہرہ اور طیبہ مریم علیہ السلام پر بدگمانی کا اظہار کیا۔ مریم علیہ السلام کی پاک دامنی کے لئے بظاہر نہ کوئی دلیل تھی اور نہ کوئی وسیلہ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی سیرت طیبہ کو شہادت کے لئے اپنی قدرتوں کے ایسے کرشمے ظاہر فرمائے جو رہتی دنیا تک مسئلہ دعا اور عقیدہ توحید کو سمجھنے کے لئے عقیدہ توحید کے راستوں کو روشن کرتے رہیں گے۔ پھر اس عیسی علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہوئے قران مجید محشر کے چند لمحات کا اس طرح تذکرہ کرتا ہے۔

کہ جب عیسیٰ علیہ السلام سے ایک سوال ہوگا سب کی موجودگی میں کسی کی برکت اور واسطے کا حوالہ دیئے بغیر وہ رب ذوالجلال کے سامنے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے

اس عاجزانہ انداز سے دادرسی کی درخواست پیش کریں گے۔

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ٥ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ٥ (المائدہ ١١٦، ١١٧. پ٧)

اور جب پوچھے گا اللہ تعالیٰ اے عیسی بن مریم! کیا تو نے کہا تھا لوگوں سے کہ بنا لو مجھے اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سوا وہ عرض کریں گے پاک ہے تو ہر شریک سے کیا مجال تھی میری کہ میں کہوں ایسی بات جس کا نہیں ہے مجھے کوئی حق۔ اگر میں نے کہی ہوتی ایسی بات تو تو ضرور جانتا اس کو۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بے شک تو ہی خوب جاننے والا ہے تمام غیبوں کا۔ نہیں کہا میں نے انہیں مگر وہی کچھ کہا جس کا تو نے حکم دیا مجھے کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ اور تھا میں ان پر گواہ جب تک میں رہا ان میں پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی نگران تھا ان پر اور تو ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو بخشش دے ان کو تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے (اور) بڑا دانا ہے۔ (ضیاء القرآن۔ پیر کرم شاہ الازہری بریلوی)

تمام انبیاء کی معذرت خواہی

قیامت کے دن ایک ایسا مرحلہ آئے گا کہ جب لوگ حضرت آدمؑ کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ سب کے والد مکرم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے پیدا فرما کر جنت میں ٹھہراتے ہوئے مسجود ملائکہ کا شرف بخشا اور پھر آپ کو ہر چیز کے نام بتلائے۔ آپ اللہ کے حضور ہماری شفاعت کریں تا کہ ہمارے لئے آسانیاں ہو جائیں۔

فرمائیں گے درخت کا پھل کھانا میری غلطی تھی۔ اس وجہ سے یہ جرأت میں نہیں کرسکتا۔ آپ نوحؑ کے پاس جائیں وہ زمین پر اللہ کے پہلے پیغمبر تھے۔ لوگ ان کی خدمت میں آ کر شفاعت کی درخواست کریں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں نے اپنے مشرک بیٹے کو طوفان سے بچانے کے لئے اللہ کے حضور دعا کی تھی جس پر مجھے زبردست انتباہ کیا گیا تھا۔ اس لئے میں اپنے آپ میں یہ جرأت نہیں پاتا۔ آپ ابراہیمؑ کے پاس جائیں جن کو اللہ نے اپنے خلیل ہونے کا اعزاز بخشا تھا۔ جب لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے وہ یہ کہہ کر معذرت کریں گے کہ میں نے زندگی میں تین دفعہ توریہ اختیار کیا تھا۔ جسکی وجہ سے میں آپ کی سفارش نہیں کرسکتا۔ آپ موسیٰؑ کے پاس جائیں جن کو اللہ نے اپنی ہمکلامی کا شرف اور تورات عطا کی تھی۔ لوگ موسیٰؑ کے پاس آ کر عرض کریں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ مجھ سے غیر ارادی طور پر ایک شخص قتل ہو گیا تھا اس لئے میں کیسے آپکی شفاعت کرسکتا ہوں۔ آپ عیسیٰؑ کے پاس جائیں جو اللہ کے رسول اور خاص بندے تھے۔ جن کو اللہ نے باپ کے بغیر صرف اپنے حکم سے پیدا فرمایا۔ لوگ عیسیٰؑ کے پاس پہنچ کر عرض کریں گے۔ وہ

فرمائیں گے۔ آپ سرورِ دو عالم حضرت محمدؐ کے پاس جائیں کیونکہ اللہ نے ان کی تمام خطاؤں کو معاف فرمایا ہوا ہے۔ اس لئے وہی آپ کی سفارش کر سکتے ہیں۔

کافر اور مشرک کے سوا سب کے لئے آپؐ کی شفاعت منظور

جب اللہ کے مجبور اور معذور بندے نبی معظم کی خدمت میں حاضر ہونگے تو آپ پہلے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرنے کی اجازت طلب کریں گے۔ جب آپ کو اجازت مرحمت فرمائی جائے گی تو آپ یکدم سفارش کرنے کی بجائے رب ذوالجلال کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی وہ حمد وستائش کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت ہی القاء فرمائیں گے۔ اس طرح آپ تین بار اللہ کے حضور جبین نیاز رکھ کر حمد وثنا کریں گے اور ہر سجدے کے بعد یہ حکم ہوگا۔ مشرک اور کافر کے بغیر آپ کی شفاعت منظور۔

ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ فَاسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فِیْ دَارِهٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْهِ فَإِذَا رَاَیْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَدَعَنِیْ ثُمَّ یَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَأْسِیْ فَاُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ بِثَنَاءٍ وَتَحْمِیْدٍ یُّعَلِّمُنِیْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ حَتّٰی مَا یَبْقٰی مِنَ النَّارِ اِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ اَیْ وَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ وَعَدَهٗ نَبِیَّکُمْ (متفق علیه، باب الحوض و الشفاعة)

پھر تیسری دفعہ مجھے پھر اجازت دی جائے گی میں اس جگہ پہنچ کر اللہ کے حضور پھر سجدہ

کرتے ہوئے اسکی حمد وثنا بجالاؤنگا اب پھر حکم ہوگا اے محمد! سر اٹھایئے۔ مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ میں اٹھ کر پھر حمد وثناء عرض کرتے ہوئے سفارش کروں گا لیکن اس کے باوجود میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائیگی۔ اس طرح لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخلے کی اجازت حاصل کرونگا۔ اب صرف وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن کو قرآن مجید نے روک لیا ہو (کافر اور مشرک) پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی کہ عنقریب اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائیں گے۔ آپؐ فرماتے ہیں یہ ہے وہ مقام محمود جسکا تمہارے نبی کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ مُتَعَجَّلٌ كُلَّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَاِنِّيْ اِخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا .(مسلم ، کتاب الایمان)

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لئے ایک مقبول دعا ہے۔ ہر نبی نے اپنی دعا کی قبولیت کے لئے جلدی کی اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کے لئے رکھ لیا ہے۔ اور وہ ان شاء اللہ قبول ہونے والی ہے۔ اس شخص کے لئے جو فوت ہوا اور اس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

انبیاء اور آپ ﷺ کی مقبول دعائیں

آپ ؐ اور انبیاءؑ کی دعائیں اس قدر جامع اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے بزرگوں کے تجربات اور من گھڑت فضائل کے حوالے سے مصنوعی وظائف کرنا قرآن وسنت کی دعاؤں اور اذکار پر عملاً بے اعتمادی' پھر شرکیہ وظائف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کا ثبوت۔ رب کریم نے انبیاء کے مسائل اور مصائب کے حوالے سے ہماری مشکلات کا جو حل تجویز فرمایا ہے اس کے حضور ان سے زیادہ کوئی دعا اور وظیفہ مستجاب نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جو خوش قسمت یہ دعائیں اور اذکار کرے گا وہ ضرور دنیا وآخرت میں کامیاب ہوگا۔ اب انبیاءؑ اور آپ ؐ کی مختصر اور ضروری دعائیں پیش کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق اور اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے۔ (آمین یارب العلمین)

دن رات کی دعائیں

گھر میں داخل ہوتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ (مشکوٰۃ)

اے اللہ! میں گھر سے باہر اور گھر میں ہوتے ہوئے آپ سے خیر مانگتا ہوں۔

گھر سے نکلتے وقت:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (مشکوٰۃ)

اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ ہے نفع کا حصول اور نقصان سے بچنے کی ہمت صرف اللہ کی توفیق سے ہوتی ہے۔

نیا چاند دیکھتے وقت:

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ (مشکوٰۃ)

اے اللہ یہ چاند ہم پر امن، ایمان، عافیت اور سلامتی کیساتھ نمودار ہو۔ (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

کھانے کی دعا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (مشکوٰۃ)

کھاتے ہوئے بھول جائے تو یہ پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ اٰخِرَہٗ (مشکوٰۃ)

ابتداء اور انتہا اللہ کے نام سے

کھانے کے بعد:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (مشکوۃ)

اس اللہ کی سب تعریفات ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

افطاری کے وقت:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (مشکوۃ)

اے اللہ! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کر رہا ہوں۔

دودھ پیتے ہوئے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَ زِدْنَا مِنْهُ (مشکوۃ)

اے اللہ! ہمارے لئے اسے باعث برکت بنا اور اس سے زیادہ عطا فرما۔

چھینک کی دعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔

چھینک سننے والا: یَرْحَمُکَ اللّٰهُ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

چھینک لینے والا: یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ (مشکوۃ)

اللہ تمہاری رہنمائی کرے اور تمہارے معاملات درست فرمائے۔

سوتے وقت:

آپ سونے سے قبل سورۂ ملک (پ۲۹) سورۂ سجدہ (پ۲۱) کی تلاوت کرتے پھر صبح اور عشاء کے وقت آخری تین قل تین مرتبہ تلاوت فرما کر ایک ہی دفعہ اپنے ہاتھوں پر

پھونکتے ہوئے سارے جسم پر پھیرتے۔ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے اذکار کرتے۔

اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 دفعہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح آیت الکرسی (پ۳) پڑھنے والے کے بارے میں ارشاد تھا کہ اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت فرماتے ہیں۔ لیٹتے وقت آپؐ یہ دعا بھی پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ اَحْیٰی (مشکوٰۃ)

اے اللہ! تیرے نام سے نیند کی آغوش میں جاتا ہوں اور تیرے نام کی برکت سے ہی اٹھ سکوں گا۔

بیدار ہوتے وقت:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَمَا اَمَا تَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ (مشکوٰۃ)

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں نیند کی آغوش سے اٹھایا اور آخر اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

نیا کپڑا پہنتے وقت:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ (مشکوٰۃ)

لائق تعریف ہے وہ اللہ جس نے ستر پوشی کیلئے مجھے لباس نصیب کیا اور اس کو میری زندگی کی زینت بنایا۔

آئینہ دیکھنے کی دعا:

اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ(نزل الابرار)

اے الٰہی! جسطرح تو نے میری تخلیق اچھی فرمائی اسی طرح میری سیرت بھی اچھی بنا۔

سواری پر بیٹھتے وقت:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَ مَا کُنَّالَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ.

اللہ پاک ہے جس نے یہ سواری ہمارے تابع کر دی ہے ہم تو اسے مطیع نہیں کر سکتے تھے اور بالآخر ہم اپنے اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

بازار میں داخل ہوتے ہوئے:

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ لَـہُ الْمُلْکُ وَ لَـہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَ ھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (مشکوٰۃ)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ بادشاہی اور تعریف اسی کے لئے ہے موت و حیات کا مالک ہے وہ زندہ ہے اور اسے فنا نہیں۔ بھلائی اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

مجلس کے گناہوں کا کفارہ:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ(ترمذی)

اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے مطابق، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں اور آپ کی طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔

علم وعمل کی دعا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ عَمَلاً مُّتَقَبَّلاً وَّ رِزْقًا طَيِّبًا (مشکوٰۃ)

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں نفع بخش علم، قبولیت پانے والا عمل اور رزق حلال کی درخواست کرتا ہوں۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ ۱۱۴. پ۱۶)

اے پرودگار! مجھے مزید علم عطا کر

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ٥ وَيَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ ٥ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ٥ يَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ٥ (طٰہٰ ۲۵ تا ۲۸. پ۱۶)

پرودگار میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ سلجھادے۔ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

نیک اولاد کیلئے:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ (الصفت ۱۰۰. پ۲۳)

اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔

رَبِّ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّيَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَيْکَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ٥ (احقاف ۱۵. پ۲۶)

اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو نیک بنا۔ میں آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں تیرا تابعدار رہوں گا۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ہ

(الفرقان ۷۴. پ ۱۹)

اے ہمارے مالک! ہماری اولاد اور بیویوں کی طرف سے ہمیں سکون عنایت فرماتے ہوئے نیک لوگوں میں عزت عطا فرما۔

نیک اور اچھے رشتوں کے لئے دعائیں

قرآن مجید روحانی، جسمانی اور دیگر مسائل کا حل ہے۔ جو شخص اس آیت کا وظیفہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بیٹے، بیٹیوں کے لئے بہترین رشتے عطا فرمائے گا۔ میں نے مایوس والدین کو یہ وظیفہ بتلایا اللہ تعالیٰ نے بہترین اسباب پیدا فرمائے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ہ(پ ۱۹. الفرقان ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی سے پیدا فرما کر اس کا نسب اور سسرال بنائے۔ تیرا رب اس عمل پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔

جب حضرت موسیٰؑ ملک مصر سے بھاگ کر مدین کی سرزمین پر پہنچے تو وہ نہایت کسمپرسی کے عالم میں یہ دعا کرتے ہیں جس کے صلہ میں انہیں نیک رشتہ اور حضرت شعیبؑ کے پاس رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ہ(القصص ۲۴. پ ۲۰)

جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے میں اسکا محتاج ہوں۔

ماں باپ کے لئے:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ہ(بنی اسرائیل ۲۴. پ ۱۵)

یا رب جی! میرے ماں باپ پر اس طرح شفقت و مہربانی کیجئے جسطرح وہ بچپن میں

مجھ پر شفقت کیا کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُo(ابراھیم ۴۰۔پ ۱۳)

میرے رب! مجھے، میرے ماں باپ اور مومنوں کو قیامت کے دن معافی عطا فرما

دیجئے۔مخالف کے مقابلے میں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِم(ابو داؤد)

الٰہی میں آپ ہی کو ان (دشمنوں) کے مقابلے کے لئے کافی سمجھتا ہوں۔ اور انکی شرارتوں سے آپ کی حفاظت چاہتا ہوں۔

رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ(القمر ۱۰۔پ ۲۷)

یارب جی! میں کمزور ہوں میری مدد کیجئے۔

اَللّٰھُمَّ لاَ تُشْمِتْ بِیْ عَدُوًّا حَاسِدًا.

الٰہی! مجھ پر دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع نہ دیجئے۔

حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ.

اللہ ہی مجھے کافی ہے جو بہترین کارساز اور مددگار ہے۔

غلط مقدمہ سے نجات کے لئے

فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(الشعراء ۱۱۸۔پ ۱۹)

اب میرے اور ان کے درمیان دوٹوک فیصلہ کردے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے۔

ادائیگی قرض کی دعا:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلاَلِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ (مشکوۃ)

اے اللہ! حلال سے میری حاجتیں پوری فرماتے ہوئے مجھے حرام سے بچا اور اپنے فضل کے ساتھ مجھے اپنے سوا ہر کسی سے بے نیاز کر دے۔

دنیا اور آخرت کی بہتری کے لئے

اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ. (مسند امام احمد بن حنبل)

اے اللہ! ہر کام کا نتیجہ بہتر فرما اور دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچائے رکھنا۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○(البقرہ ۲۰۱. پ ۲)

اے ہمارے مالک و مختار! ہمیں دنیا و آخرت کی اچھائی عطا کرتے ہوئے آگ کے عذاب سے محفوظ فرمانا۔

ہدایت پر استقامت

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ○(آل عمران ۸. پ ۳)

اے ہمارے رب! جب تو نے ہمیں ہدایت بخش دی تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا کر۔ تو بہت عطا کرنے والا ہے۔

ثابت قدمی کے لئے

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ○(البقرہ. ۲۵۰)

اے ہمارے رب! ہم کو خوب صبر عطا کر اور ہمیں ثابت قدمی دے اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔

برے خیالات سے بچنے کے لئے

رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ۝ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَحْضُرُوْنِ ۝

(مومنون۔۹۷۔۹۸)

اے رب! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور ان کی اپنے پاس حاضری سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

نہیں نیکی کرنے کی طاقت اور نہ برائی سے بچنے کی قوت مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔ (مشکوٰۃ)

اچھے ماحول کے لئے

رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل۔۸۰۔پ۱۵)

اے رب! مجھے (شہر) میں اچھی طرح داخل کر اور (اس شہر سے) اچھی طرح نکال اور اپنے ہاں سے طاقت وقوت کو میرا مددگار بنا۔

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝ (مومنون۔۲۹)

پروردگار! مجھ کو برکت والی جگہ اتار اور تو بہترین جگہ دینے والا ہے۔

بخشش اور رحمت کی دعائیں

رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (مومنون۔۱۰۹)

اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَo(مومنون ۱۱۸)

اے رب! مجھے بخش دے اور رحم کر تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

يَاحَيُّ يَاقَيُّوْ مُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ .(مشکوٰۃ)

اے حیات جاوداں اور قائم دائم رہنے والے رب میں تیری رحمت کا طلبگار ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ

الٰہی! مجھے معاف اور رحم فرماتے ہوئے نیک لوگوں کا ساتھ نصیب فرما۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ .(مشکوٰۃ)

اے میرے اللہ! میں ہر گناہ کی تجھ ہی سے معافی مانگتا ہوں اور تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں

بیماری اور تکلیف کے وقت

رَبِّ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَo(الانبیاء ۸۳)

بے شک مجھے ایذا اور دکھ ہو رہا ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا . (مشکوٰۃ)

اے اللہ! تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے علاوہ کوئی شفا نہیں دے سکتا ایسی شفا کہ جس کے بعد کوئی بیماری نہ رہے۔

بیمار پرسی

لَابَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

فکر نہ کیجئے ان شاءاللہ آپ جلد صحت یاب ہو جائیں گے

خاتمہ بالخیر

اَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَo

آپ ہی دنیا و آخرت میں میرے مالک و مختار ہیں۔ میرا خاتمہ اسلام پر کرتے ہوئے

انجام نیک لوگوں کے ساتھ کر دیجئے۔ (یوسف ۱۰۱۔پ ۱۳)

نبی اکرم ﷺ اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے استفسار کیا آسان حساب کیا ہوگا؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ آسان حساب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے سوال و جواب کرنے کی بجائے یہ فرمائیں گے کہ جاؤ میں نے تجھے یونہی معاف کر دیا ہے۔ اس لئے یہ دعا کثرت کے ساتھ پڑھتے رہنا چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا (مشکوٰۃ)

اے اللہ! میرا حساب بالکل آسان ہونا چاہئے۔

نماز حاجت

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول محترمؐ نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ یا کسی بندے سے کوئی کام ہو وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف اور نبیؐ پر درود پڑھتے ہوئے آخر میں یہ دعا کرے:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَ الْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَه‘ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَه‘ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِيْنَ. (مشکوٰۃ)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بڑا حوصلے والا اور عزت کا مالک ہے اللہ ہر کمی کمزوری سے پاک اور عرش عظیم کا مالک ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔ میں سوال کرتا ہوں آپ کی رحمت کی بناء اور بخشش کی طفیل سے۔ اور ہر اچھائی سے حصہ مانگتے ہوئے ہر گناہ سے بچاؤ چاہتا ہوں۔ کہ میرا کوئی گناہ بھی باقی نہ رہے مگر اسے معاف کر دیا جائے۔ میری ہر پریشانی کو دور کیا جائے۔ آپ کی پسندیدہ

میری ہر خواہش پوری ہو جائے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اللہ۔

دعائے استخارہ اور اس کا طریقہ

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہمیں استخارہ کی دعا اس طرح سکھلاتے جس طرح قرآن مجید کی کوئی سورت سمجھائی یا پڑھائی جا رہی ہو۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے جس کسی کو کوئی بھی ضرورت ہو تو دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر تشہد میں یہ دعا پڑھے۔ جہاں "ھذا الامر" کا لفظ آیا ہے وہاں اپنی حاجت کا نام اللہ کے حضور پیش کرے۔

وضاحت:

کچھ لوگ استخارہ کے وقت سونے کی شرط لگاتے ہیں جب کہ حدیث مبارک کے مطابق ضروری نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ خواب یا کسی دوسری صورت میں اسے بتلائے۔ اگر ایسے ہو جائے تو اس کا کرم ورنہ اللہ تعالیٰ دل کے خیالات کو بدل دیں گے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّلِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِی فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ ارْضِنِیْ بِہٖ. (مشکوۃ)

اے اللہ! میں آپکے علم کی برکت آپ سے خیر کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ کی قوت کے طفیل ہمت چاہتا ہوں اور آپکے فضل عظیم کا امیدوار ہوں کیونکہ آپ طاقتور ہیں

اور میں نہایت ہی کمزور ہوں اور آپ جانتے ہیں جبکہ میں نہیں جانتا اور آپ تو پوشیدہ معاملات کو بھی جانتے ہیں۔ الٰہی! اگر آپ کے ہاں میرا یہ کام دین و دنیا کے انجام کے اعتبار سے بہتر ہے تو میرے لئے آسان اور اس کو میری قسمت میں کر دیجئے اور پھر اس میں میرے لئے برکت کیجئے اگر آپ کے علم میں میرا یہ کام دین، دنیا اور نتیجے کے اعتبار سے بہتر نہیں ہے تو اس کو مجھ سے اور مجھے اس سے دور کر دیجئے۔ ہر جگہ خیر کو میری قسمت میں کیجئے اور مجھے اس پہ راضی فرمایئے۔

جنازہ کی دعائیں

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ وَ ارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَ اعْفُ عَنْهُ وَ اَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَ وَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَ اَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَ اَهْلاً خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ زَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ االنَّارِ. (عون المعبود. مشكوة)

اے اللہ! اسکی بخشش فرما اس پر رحم فرما اسے معاف کرتے ہوئے آرام عطا فرما۔ اس کے آنے کی قدر افزائی فرما۔ اور اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اس کے گناہوں کو دھوڈالئے ٹھنڈے پانی اور برف کیساتھ اور اس کے گناہوں کو اس طرح صاف کیجئے جس طرح سفید کپڑا دھونے سے چمکدار ہو جاتا ہے۔ اور اسکو دنیا کے گھر سے بہتر گھر عطا فرما اور اس کے گھر والوں سے اچھے ساتھی عطا فرما اور اس کی اس بیوی سے اچھی رفیقہ عطا فرما اسے جنت میں داخل اور آگ اور قبر کی سختیوں سے محفوظ فرما۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَاوَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَاوَ صَغِيْرِنَاوَ كَبِيْرِنَاوَ ذَكَرِنَا وَاُنْثَانَااَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَه، مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الاِسْلاَمِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَه، مِنَّا فَتَوَفَّه،

عَلَی الاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لاَ تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلاَ تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ. (مشکوۃ)

اے اللہ! ہمارے زندہ اور فوت شدگان کی بخشش فرما موجود اور غیر حاضر کو معاف فرما چھوٹوں اور بڑوں، مردوں اور عورتوں کو۔ اے اللہ! ہم میں سے جب تک کسی کو زندگی عطا فرمائے اسکو اسلام پر قائم رکھنا۔ اور ہم میں سے جب کسی کو فوت کرے تو اس کا خاتمہ ایمان پر فرمانا۔ اے اللہ! ہمیں اس آزمائش کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس امتحان کے بعد مزید آزمائش سے محفوظ فرما۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلاَنَ بْنِ فُلاَنٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَ حَبْلِ جِوَارِکَ فَقِہٖ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. (ابو داؤد، کتاب الجنائز)

اے اللہ! بیشک فلاں بن فلاں تیری امان میں اور سپرد ہے۔ تو اسے قبر اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔ اور تو وفا اور حق والا ہے۔ اے اللہ! اسے معاف فرما اور اس پر رحم فرما۔ بے شک تو معاف کرنے والا مہربان ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَاَنْتَ خَلَقْتَھَا وَاَنْتَ ھَدَیْتَھَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّھَا وَعَلَانِیَتِھَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْلَہٗ (ابو داؤد، کتاب الجنائز)

اے اللہ! تو ہی اس کا رب ہے۔ تو نے ہی اس کو پیدا کیا اور تو نے ہی اس کو اسلام کی ہدایت دی اور تو نے اسکی روح کو قبض کیا ہے اور تو ہی اسکی پوشیدہ اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے۔ ہم تیرے حضور سفارش کرتے ہیں کہ تو اسے معاف فرما۔

چھوٹے بچے کے لیے دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّ ذُخْرًا وَّ اَجْرًا (مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

الٰہی! اس بچے کو ہمارے لیے پیش رو اور اجر و ثواب کا پیش خیمہ فرما دیجیے۔

تعارف ابو ہریرہؓ اکیڈمی

دانشوران قوم اور دینی طلبہ کا مدت سے مطالبہ تھا کہ درس نظامی کے نصاب میں تبدیلی اور ایسے ادارے معرض وجود میں لائے جائیں جن میں گریجویٹ' جید علماء تیار کیے جائیں جو عصر حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کرتے ہوئے ہر شعبہ زندگی میں قرآن وسنت کا انقلاب برپا کر سکیں۔ہم نے مقامی وسائل سے 1997ء میں ابو ہریرہؓ اکیڈمی کی صورت میں کامیاب تعلیمی منصوبہ کی ابتدا کی ہے۔ملک کا باشعور طبقہ اور علماء کرام جانتے ہیں کہ شاید ہی کسی مسلک کا ایسا ادارہ ہو جہاں درس نظامی کے ساتھ باقاعدہ ایف اے' بی اے' ایم اے کروایا جاتا ہو۔اس لحاظ سے ابو ہریرہؓ اکیڈمی ہی واحد ادارہ ہے جہاں علوم اسلامیہ اور کالج کی تعلیم یکساں طور پر دی جارہی ہے۔

۞۞۞

نشریات اکیڈمی

ازقلم میاں محمد جمیل

۱۔ دین تو آسان ہے (=/60)
۲۔ برکات رمضان (=/40)
۳۔ آپ ﷺ کا حج (=/15)
۴۔ انبیاء کا طریقہ دعاء (=/40)
۵۔ سیرت ابراہیم علیہ السلام (=/55)
۶۔ زکوۃ کے مسائل و فوائد (=/45)
۷۔ اتحاد امت اور نظم جماعت (=/50)
۸۔ آپ ﷺ کا تہذیب و تمدن (=/50)
۹۔ فضیلت قربانی اور اس کے مسائل (=/15)
۱۰۔ مشکلات کیوں؟ نکلنے کے الہامی راستے (=/55)
۱۱۔ جادو کی تباہ کاریاں۔ان کا شرعی علاج (=/35)
۱۲۔ آپ ﷺ کی نماز' قیام و سجود کی عملی تصاویر (=/15)

ہر مکتب فکر کے خطباء اور طلبہ کے لیے مفید ترین خطبات

ازقلم: پروفیسر حافظ عبدالستار حامد (وزیر آباد)

- خطبات سورۃ نور
- خطبات سورۃ یٰسین
- خطبات سورۃ فاتحہ
- خطبات آیت الکرسی
- خطبات سورۃ کہف
- خطبات سیرت مصطفیٰ ﷺ
- خطبات سورۃ مریم
- انوار رمضان
- خطبات سورۃ یوسف علیہ السلام

خاص وعام حضرات کے لیے یکساں مفید

ازقلم: حافظ عبدالشکور (گوجرانوالہ)

- رسول اللہ ﷺ کے آنسو
- تعلیم الرسول ﷺ
- رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں
- وظائف محمدیہ ﷺ
- پنج سورۃ مع قرآنی دعائیں
- صحیح اسلامی واقعات
- حیات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز واقعات